تسوید وجہ الشیطانی

بتوثیق الامام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی کی توثیق کے ساتھ شیطانی چہرے کا سیاہ کرنا

مؤلف غلام مصطفٰے نوری قادری

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

تسوید وجہ الشیطانی

بتوثیق الامام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی کی توثیق کے ساتھ
شیطانی چہرے کا سیاہ کرنا

مؤلف

غلام مصطفےٰ نوری قادری

خطیب و مہتمم مسجد و مدرسہ جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون
غلہ منڈی ساہیوال ۔ موبائل: 0300-6933481
فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد
گلبرگ اے فیصل آباد فون: 041-2626046

بسم الله الرحمن الرحیم ○

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وعلی اله الطیبین الطاهرین

واصحابه المکرمین المعظمین اجمعین ○

امابعد!

قارئین کرام! یہ چند اوراق آپ کی خدمت میں حاضر ہیں جو کہ امام الائمہ رئیس الفقہا والمحدثین امام ربانی سیدنا محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل پر مبنی ہیں اور امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کے جوابات مفصل بیان کئے گئے ہیں۔ کراچی کے ایک عالم باعمل فاضل امام مسجد ہیں جن کا اسم گرامی محمد طفیل صاحب ہے، اس کا فون آیا اور انہوں نے ایک غیر مقلد وہابی زبیر زئی حضرو اٹک کے ایک رسالہ کا ذکر کیا جس میں اس نے سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کی ہے اور ان کو کذاب ثابت کیا ہے۔ (اپنے زعم فاسد میں) اور بڑی حقارت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد طفیل صاحب نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ اس کا مدلل ومحقق رد ہونا چاہیے تاکہ یہ لوگ کسی کو یہ رسالہ دکھا کر گمراہ نہ کر سکیں۔ راقم الحروف نے مصروفیات شدید کے بسبب عذر پیش کیا تاہم وہ اصرار فرماتے رہے تاوقت کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک نے یہ چند اوراق لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور اسے اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرما کر قبولیت عامہ عطا فرمائے اور قارئین کے لئے اس کو نافع و مفید بنائے، آمین۔

راقم الحروف نے وہابی مولوی زبیر زئی کے رسالہ کا بغور مطالعہ کیا ہے اس میں وہابی مولوی نے انتہائی ناانصافی کی ہے اور اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کے خلاف کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں آپ یہ بات بڑی وضاحت کے

ساتھ دیکھیں گے کہ اس شخص نے انصاف کا کیسے خون کیا ہے اور تعصب کی انتہا کر دی ہے۔ اب اصل رسالہ شروع ہوتا ہے اس رسالہ کے دو جز ہوں گے۔ جز اول میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات ہوں گے اور جزء ثانی میں امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وہابی مولوی زبیر زئی کے رسالہ کا رد شروع ہوتا ہے:

وہابی زبیر زئی نے لکھا ہے کہ:

محمد بن حسن شیبانی کے بارے میں حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ محمد بن حسن شیبانی ابو عبداللہ احد الفقهاء لينه النسائي وغيره من قبل حفظه يروي عن مالك بن انس وغيره كان من بحور العلم والفقه قويا في مالكٍ۔

(میزان الاعتدال، جلد۳، ص۵۱۳)

مفہوم: محمد بن حسن شیبانی (اہل الرائے) کے فقہاء میں سے تھا اسے (امام) نسائی وغیرہ نے اس کے (خراب) حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے وہ (امام) مالک سے روایت کرتا تھا اور وہ (امام ذھبی کے نزدیک) علم اور (اہل الرائے کے) فقہ کے دریاؤں میں سے تھا۔ (صرف) امام مالک سے اس کی روایت قوی ہے۔ بلفظہ۔

یہ مذکورہ ترجمہ بھی زبیر زئی کا ہے جس کو اس نے مفہوم کا نام دیا ہے، جو اس نے بریکٹ میں () الفاظ لکھے ہیں وہ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ وہ زئی کی اپنی ذہنی پریشانی کا نتیجہ ہے۔

ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر وہابی کا تبصرہ:

تبصرہ کی سرخی لگا کر زئی لکھتا ہے کہ حافظ ذھبی کے اس بیان سے معلوم

ہوا کہ شیبانی مذکور اگر امام مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں (مثلاً امام ابوحنیفہ) سے روایت کرے تو وہ (ذھبی) کے نزدیک بھی غیر قوی یعنی ضعیف ہے۔

ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر اور زبیر زئی وہابی کے تبصرہ پر راقم الحروف کا تبصرہ:

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً جرح ونقد کے امام یکتا اور مُسَلَّم امام ہیں۔ لیکن آپ آئندہ سطور میں دیکھیں گے کہ زبیر زئی نے عملاً امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کر دیا ہے کیونکہ زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ میں سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ (معاذ اللہ) امام محمد بن حسن شیبانی ائمہ محدثین کی نظر میں کذاب تھے۔ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت نے جس کو زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے، نے زبیر زئی کی جرح کو مجروح کر دیا ہے۔ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال کی اس عبارت میں امام موصوف پر جرح نہیں کی بلکہ تعدیل بیان کی ہے جس کو وہابی اپنی کم عقلی کی وجہ سے سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو کہا احد الفقھاء کہ فقہاء میں سے ایک فقیہ ہیں۔ کیا فقیہ ہونا یہ تعدیل نہیں ہے؟ کیا فقیہ ہونا یہ جرح ہے؟ نہیں۔ بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ○ (بخاری شریف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ وہابی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کی غنیمت سے محروم رکھا ہوا ہے۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

امام ابوحاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کتاب الثقات جلد۵، ص۳۳۴ پر لکھتے ہیں۔

حدثني عبدالملك بن محمد بن سميع بعيدا ثنا المزني ثنا علي بن معبد عن عبيدالله بن عمرو قال قال الاعمش لابي حنيفة يا نعمان ما تقول في كذا وكذا ؟ قال كذا وكذا قال من اين قلت؟ قال انت حدثتنا عن فلان بكذا ؟ قال الاعمش انتم يا معشر الفقهاء الاطباء ونحن الصيادلة۔

ترجمہ بحذف سند: جناب اعمش نے (امام) ابوحنیفہ کو کہا اے نعمان آپ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں تو جناب امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس طرح ہے تو جناب (امام) اعمش نے کہا اے ابوحنیفہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے تو (امام) ابوحنیفہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے فلاں سے ہم کو حدیث بیان نہیں کی (تو یہ اسی حدیث سے اخذ شدہ ہے) تو اعمش نے فرمایا کہ اے ابوحنیفہ تم فقہاء تو طبیب ہو اور ہم (محدثین) پنساری ہیں۔

اسی واقعہ کو امام ابن عدی نے بھی الکامل فی الضعفاء، جلد۸، ص ۲۳۸ میں نقل کیا ہے۔ مذکورہ واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں بشرطیکہ عقل سلیم بھی ہو تو کہ فقہاء کی جماعت کے پاس حدیث بھی ہے اور اس سے استنباط شدہ فقہ بھی ہے۔ تو امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ کہہ کر آپ کی تعدیل کی ہے۔

ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جہت حفظ سے کچھ کمزور کہا ہے۔

کسی کو لَیِّن کہنا یہ بہت ہی ہلکی جرح ہے جو کہ تعدیل کے قریب ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب الراوی، جلد۱، صفحہ ۱۸۷ پر فرماتے ہیں کہ:

اما الفاظ الجرح (فمراتب) ایضاً ادناها ما قرب من التعدیل فاذا قالوالیّن الحدیث کتب حدیثه ونظر فیه اعتبارا۔ وقال الدارقطنی لما قال له حمزة بن یوسف السهمی اذا قلت فلاں لین ای شئی ترید۔ اذا قلت لین الحدیث لم یکن ساقطا متروك الحدیث ولکن مجروها بشئی لا یسقط عن العدالة○

ترجمہ: جرح کے الفاظ کے بھی کئی مراتب ہیں، سب سے ادنیٰ وہ ہے جو تعدیل کے قریب ہو جب ائمہ اصول کسی کو لین الحدیث کہیں تو اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس میں اعتبار کی حیثیت سے نظر کی جاتی ہے۔ حمزہ بن یوسف سہمی نے دارقطنی سے پوچھا کہ جب آپ کہتے ہیں فلاں لین تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے۔ دارقطنی نے جواب دیا کہ جب میں کسی کو لین الحدیث کہہ دوں تو وہ ساقط و متروک الحدیث نہیں ہوتا بلکہ ذرا سا مجروح ہوتا ہے۔ عدالت کے درجے سے ساقط نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہے کہ لین الحدیث راوی، درجہ عدالت سے ساقط نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ متروک الحدیث ہوتا ہے، یہ بھی واضح ہو کہ لین الحدیث ہونا بہت معمولی، ہلکی جرح ہے جو کہ تعدیل کے قریب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو لین الحدیث کہنا۔ ان کو عدالت کے درجے سے ساقط نہیں کرتا، لیکن وہابی مولوی زبیر علی زئی نے تو سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ (معاذ اللہ) امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کذاب ہیں۔ پس نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے لین الحدیث کے الفاظ نے بھی امام محمد سے کذب کی جرح کو دور کر دیا کیونکہ کذاب ساقط العدالت ہوتا ہے اور لین الحدیث ساقط العدالت نہیں ہوتا۔ پھر غیر مقلد صاحب کو یہ بھی یاد رہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے

عظمت و شرف کے باوجود جرح کرنے میں متشدد بھی ہیں۔

غیر مقلد عبدالرحمٰن مبارک پوری کا اعتراف کہ امام نسائی جرح کرنے میں متشدد ہیں:

عبدالرحمٰن مبارک پوری، امام محقق نیموی رحمۃ اللہ علیہ کو جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

فمنهم ابو حاتم والنسائی وابن معین وابن القطان ویحیی بن القطان وابن حبان وغیرهم فانهم معروفون بالاسراف فی الجرح والتعنت○ (ابکار المنن، ص۲۲۲)

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ابو حاتم، نسائی، ابن معین، ابن القطان، یحییٰ بن قطان، ابن حبان وغیرہ جرح میں تجاوز کرنے میں مشہور ہیں اور تشدد میں بھی۔

غیر مقلد مبارک پوری نے اس عبارت میں تسلیم کیا ہے کہ جو امام جرح کرنے میں تشدد کرتے ہیں ان میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور مسرف و متشدد کی جرح قبول نہیں کی جاتی جیسا کہ اصول حدیث میں طے شدہ بات ہے۔

تو پھر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر جرح بھی مردود ہوگی۔ زبیر زئی وہابی اپنی کتابوں میں سند پر بڑا زور دیتا ہے تو ہمیں بھی تو یہ حق حاصل ہونا چاہیے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہے ۱۸۹ھ میں جبکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہے ۲۱۴ھ میں۔ یعنی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ۲۵ سال بعد میں پیدا ہوئے۔ تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو امام محمد کا زمانہ پایا نہ ہی ان سے ملاقات کی تو درمیان ۲۵ سال کا بے سند فاصلہ زبیر زئی نے کیسا تسلیم کر لیا ہے۔ جو شخص بات بات پر سند کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہاں

کیوں بھول گیا ہے کہ امام نسائی کی یہ بات بے سند ہے۔ اس لئے وہابی زئی کے اپنے قاعدے کے مطابق یہ جرح مردود اور باطل ہے کیونکہ بے سند ہے۔ تو یہ بات واضح ہوگی کہ زئی وہابی نے انصاف کا خون کیا ہے۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام نسائی کی جرح بھی مردود ہے۔

بخاری شریف کے ایک راوی احمد بن صالح المصری ابوجعفر طبری پر امام نسائی کی جرح اور ابن معین سے اس کا کذاب ہونا بیان کرنا:

احمد بن صالح مصری بخاری شریف کا ایک راوی ہے جو کہ یقیناً ثقہ ہے لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بن صالح پر کلام کیا ہے اور انہیں اوھام کے ساتھ موسوم کیا ہے اور ابن معین نے اس راوی کا جھوٹا ہونا بھی بیان کیا ہے۔ ملخصاً

(تقریب التھذیب، جلد ۱، ص ۳۶)

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راوی پر بھی سخت جرح کر دیتے ہیں تو اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام نسائی کی جرح زبیر زئی وہابی مانتا ہے تو اس کو نسائی کی جرح بخاری کے راوی پر بھی مان لینی چاہیے۔ جب یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے الفاظ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے:

یہ ہیں۔ یروی عن مالک بن انس وغیرہ کان من بحور العلم والفقہ قویافی مالک○

(کہ امام) محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ (امام) مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے غیر سے بھی، علم وفقہ کا دریا ہیں امام مالک سے ان کی

روایت قوی ہے۔

امام ذھبی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو علم وفقہ کا دریا اور قویا فی مالک قرار دیا ہے، کسی کو علم وفقہ کے ساتھ موصوف کرنا یقیناً یہ اس کے بہترین اوصاف میں سے ہیں۔ زبیر علی زئی وہابی نے سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (معاذ اللہ) کذاب ہیں جبکہ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک کی روایت میں قوی قرار دیا ہے۔ کیا کذاب راوی بھی قوی ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں کیا جس کا حافظ کمزور ہو وہ بھی قوی ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ محدثین جب کسی راوی کو قوی قرار دیتے ہیں تو اس سے مراد وہ ساری خوبیاں ہوتی ہیں جو کہ ایک قوی راوی کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ جس کا اہم ترین رکن صدق ہے۔ تو واضح ہوگیا کہ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سچے ہیں اور ذھبی نے آپ کو قویا فی مالک کہہ کر آپ پر کذب وغیرہ کی ساری جرحوں کو رد کر دیا ہے۔

لیکن زبیر زئی کے لئے کسی بھی امام کے متعلق یہ کہہ دینا کہ اس کا قول مردود ہے یہ زئی کی عادت ہے اور اس کے لئے یہ بہت ہی آسان ہے جب کسی امام کی بات زئی کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو اس امام کا قول زئی صاحب کے نزدیک مردو ہوتا ہے اور جب اسی امام کی بات زئی کے موافق ہو تو اس امام کا درجہ زئی صاحب بلند کر دیتے ہیں اور اس کا قول بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ یہ ہے زئی وہابی کی دیانتداری۔

(نوٹ) جب ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد کی تعریف کی ہے اور علم وفقہ کا دریا تسلیم کیا ہے اور کوئی مفسر جرح بھی نہیں کی تو ظاہر ہے پھر ایسے راوی کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سوا میں بھی حدیث معتبر ہوگی۔ (فافھم و تدبر ولا تکن من المتعصبین)۔

زبیر علی زئی کا دوسرا اعتراض:

زئی صاحب نے لکھا ہے کہ سنن نسائی کے مصنف اور اسماء الرجال کے امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ والضعفاء من اصحابه۔ یوسف بن خالد السمتی کذاب والحسن بن زیاد اللؤلوی کذاب خبیث ومحمد بن حسن ضعیف۔

اور اس کے شاگردوں میں سے یوسف بن خالد کذاب ہے، حسن بن زیاد لؤلوی کذاب خبیث ہے اور محمد بن حسن شیبانی ضعیف تھا۔ (جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین، ص ۲۶۶)۔ غیر مقلد زئی نے اس پر تبصرہ یہ کیا ہے کہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ کا مصنف محمد بن حسن الشیبانی مطلقاً ضعیف ہے، چاہے وہ امام مالک سے روایت کرے یا دوسرے راویوں (مثلاً امام ابو حنیفہ) سے روایت کرے لہٰذا اس کی روایت عدمِ متابعت کی صورت میں مردود ہوتی ہے۔

راقم الحروف کا مذکورہ عبارت پر تبصرہ اور وہابی کی ناانصافی کو ظاہر کرنا:

وہابی زئی نے امام نسائی کو رجال کا امام بھی مانا ہے لیکن ان کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ زبیر زئی کہتا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کذاب ہیں۔ جبکہ جو عبارت نسائی کی وہابی نے پیش کی ہے اس میں امام نسائی نے صرف ضعیف کہا ہے، تو اگر نسائی کے نزدیک بھی امام محمد کذاب ہوتے تو زبیر زئی کی طرح وہ صرف ضعیف نہ لکھتے بلکہ کذاب لکھتے اور اہل اصول پر یہ واضح ہے کہ ضعیف راوی کذاب نہیں ہوتا۔ اب اسی عبارت میں زئی اور امام نسائی کے خیالات الگ الگ ہو گئے ہیں۔ اگر زئی امام نسائی کی بات کو مانتا تو کذاب نہ

کہتا، باقی رہا امام نسائی کا امام محمد کو ضعیف کہنا۔ تو اس کے لئے عرض یہ ہے زئی صاحب یہ بے سند بات جس کے درمیان ۲۵ سال کا فاصلہ ہے آپ نے کیسے مان لیا ہے۔ آپ نے تو الجزء المفقود من المصنف عبدالرزاق کا صرف اس لئے انکار کر دیا ہے کہ اس کے ناسخ کی سند مؤلف تک نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک اور اخبار الفقہاء والمحدثین کا انکار بھی اسی بنا پر کر دیا ہے کیونکہ اس میں نسخ رفع یدین کی حدیث ہے جو تمہارے خلاف ہے۔

(نوٹ): اس رسالہ کے بعد اخبار الفقہاء المحدثین کی نسخ رفع یدین والی حدیث پر زئی کے اعتراضات کے جوابات میں مفصل رسالہ آ رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو پھر امام نسائی کی بے سند بات مانتے ہوئے اور پیش کرتے ہوئے کچھ تو اپنے خود ساختہ ضابطے کا پاس کیا ہوتا اور اسی بنا پر کہہ دیتا کہ امام نسائی کی یہ بات کیونکہ بے سند ہے اس لئے مردود ہے لیکن آپ یہ نہیں کہیں گے کیونکہ آپ سے انصاف کی توقع ہی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اصول کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ جس راوی کو جرح مفسر کے بغیر ضعیف کہا جائے تو ایسی جرح مردود ہوتی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب التہذیب میں کتنے ہی راویوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ فلاں امام نے اس کو ضعیف کہا ہے پھر کہتے ہیں یہ راوی ثقہ ہے کیونکہ ضعیف بلا حجت کہا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ایسے بہت سے راویوں کے نام بھی لکھ دیتا۔

دیکھئے: التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح، ص ۱۶۰ پر واضح بیان ہے کہ جرح غیر مفسر قبول نہیں ہے۔

تو کسی کو سبب بیان کرنے کے بغیر ضعیف کہنا یہ جرح ہی مردود ہے۔

زبیر علی زئی کی بات زبیر زئی کے لئے ہی باعثِ عبرت ہے:

کہ: ''لہٰذا اس کی روایت عدم متابعت کی صورت میں مردود ہوتی ہے''۔

زئی وہابی صاحب کے کلام سے واضح ہے کہ اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت نہ ہو تو روایت مردود ہو گی۔ اگر امام محمد کی متابعت ثابت ہو جائے تو روایت مقبول ہو گی۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ کے آخر میں جو نتیجہ لکھا ہے اس میں امام محمد کو کذاب اور مردود الروایت لکھا ہے۔ زئی صاحب آپ کی یہ دوغلہ چال کیسی عجیب ہے اور انصاف کا خون ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کذاب ہیں اور دوسری طرف کہتے ہو کہ ان کی روایت عدم متابعت کی صورت میں مردود ہے۔ کیا کسی مُسَلّمُ امام نے قاعدہ لکھا ہے کہ کذاب کی روایت متابعت کی صورت میں قبول ہے؟ کذاب کی روایت تو ہر حال میں مردود ہی ہوتی ہے۔ تو اب میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو متابعت کی صورت میں قبول کر کے آپ نے خود ہی اپنی بات کی تردید کر دی ہے جو آپ نے امام محمد کو کذاب لکھا ہے۔ کیونکہ تعصب نے آپ کی عقل مار دی ہے اس لئے آپ متضاد باتیں کرتے جاتے ہیں۔

پھر اس کے بعد زئی وہابی نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پیش کی ہے۔ جسے انہوں نے لسان المیزان (اسماء الرجال کی ایک مشہور کتاب میں لکھا ہے پہلے حافظ صاحب کی عبارت ہو گی پھر اس کا ترجمہ اور حاشیے میں اس پر تبصرہ ہو گا۔ (والحمد للہ رب العالمین)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی، شیبانیوں کا غلام فقیہ ابو عبداللہ ہے وہ واسط میں پیدا ہوا اور کوفہ میں پرورش پائی۔ فقہ اس نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا

اور (سفیان) ثوری، مسعر بن کرام، عمر بن ذر، مالک بن مغول، اوزاعی، مالک بن انس، زمعہ بن صالح اور ایک جماعت سے حدیث سنی، اس سے امام شافعی، ابو سلیمان جوز جانی، ابو عبید قاسم بن سلام، ہشام بن عبیداللہ الرازی اور علی بن مسلم الطوسی نے حدیث بیان کی۔ (لسان المیزان، ج۵، ص۱۲۱)

اس کے حاشیہ میں امام محمد کے شیوخ حدیث میں سے محمد بن ابان بن صالح کا ذکر کیا اور اس کو متروک قرار دیا۔ ابراہیم بن یزید المکی کا ذکر کیا اور اس کو بھی متروک الحدیث قرار دیا۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

اگر یہ عیب کی بات ہے تو پھر بخاری شریف میں بھی متکلم فیہ راوی موجود ہیں اور بخاری میں ایسے راوی بھی موجود ہیں جن کا ضعیف ہونا خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تسلیم ہے پھر بھی ان سے صحیح بخاری میں روایت کر دی ہے، تو پھر یہ بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی وہی ہو گی جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بیان ہو گی۔

ان میں سے ایک راوی ایوب بن عائذ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ امام ذھبی فرماتے ہیں والعجب من البخاری یغمزہ وقد احتج بہ۔ (میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۸۹)

کہ امام بخاری سے تعجب ہے کہ ایوب بن عائذ کو مطعون بھی قرار دیتے ہیں اور ان سے دلیل بھی پکڑتے ہیں۔ اب فرمایئے جناب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کیا کہو گے، وہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی کہہ لو بشرطیکہ اگر انصاف نام کی کوئی چیز ہو بھی تو۔

پھر حاشیہ نمبر۲: میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے

انکار کیا۔ بحوالہ: وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے منہاج السنہ کے حوالہ سے۔

اس پر تبصرہ:

ابن تیمیہ کی اس بے سند بات کو زئی نے کیسے مان لیا ہے جو بات بات پر سند کا مطالبہ کرتا ہے اس نے ایسی بے سند بات ایسے شخص سے کیسے قبول کر لی جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے صدیوں بعد پیدا ہوا ہے، کیا زئی وہابی نے اپنے ہی خود ساختہ ضابطوں کا خون نہیں کیا ہے کیا یہ ناانصافی نہیں ہے، اس سے ظاہر ہے کہ یہ شخص کوئی منصف مزاج نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کا متعصب اور غالی شخص ہے۔ بہر حال ابن تیمیہ کی یہ بات کیونکہ بے سند ہے کسی سند کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں دیا ہے اس لئے یہ بات مردود ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد کہتے ہیں۔ (لسان المیزان)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد شمار کرتے ہیں۔
(مناقب الامام وصاحبیہ، ص ۵۰)

علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد سمجھتے ہیں۔
(الانساب سمعانی، ج ۳، ص ۶۳)

علامہ عبدالقادر بن ابوالوفا قریشی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد شمار کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ (الجواہر المضیہ، ص ۳۲۳)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد تسلیم کرتے ہوئے یہ عبارت درج کرتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا۔ کتبت من الحسن وقر بعیر۔ کہ میں نے (امام) حسن شیبانی سے ایک اونٹ کا بوجھ لکھا ہے۔

وہابیہ کے محدث صدیق حسن بھوبھالی بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد

تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے (امام) محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔ (التاج المکلل، ص ۹۷)

امام ابوعبداللہ الصمیری جو کہ خطیب بغدادی کے استاد ہیں وہ بھی امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد تسلیم کرتے ہوئے امام شافعی سے ناقل ہیں کہ میں نے (امام) محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔
(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۳)

وہابیہ کا محدث مبارکپوری بھی تحفۃ الاحوذی میں یہ تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ جتنا علم حاصل کیا ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص ۲۱۱، مطبوعہ بیروت لبنان)

طوالت کے خوف سے اتنے حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

تو واضح ہو گیا کہ ابن تیمیہ کی بے سند بات مردود ہے اور اس کی تقلید میں زئی وہابی کا اس کو پیش کرنا بھی مردود ہے۔

پھر صفحہ ۱۳ پر عربی عبارت مع الترجمہ لکھی ہے۔

میں صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں (ترجمہ بھی وہابی ہی کا کیا ہوا ہے)

ہارون الرشید کے دور میں اسے عہدہ قضا سونپا گیا، ابن سعد (کاتب الواقدی) نے کہا اس کا والد شام کی فوج میں تھا وہ واسط آیا تو وہاں ۱۳۲ھ میں محمد بن حسن پیدا ہوا۔

ابن عبدالحکم نے کہا میں نے محمد بن ادریس شافعی کو فرماتے سنا محمد بن حسن نے کہا میں امام مالک کے دروازے پر تین سال کھڑا رہا اور ان کے اپنے الفاظ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنی ہیں۔ پھر نمبر ۲ کا نشان دے کر حاشیہ میں وہابی صاحب نے کمال بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: وہابی لکھتا ہے کہ یہ روایت مع سند تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۳ میں ہے خطیب بغدادی نے یہ روایت دو سندوں سے بیان کی ہے اول عبداللہ بن محمد بن زیاد النیساپوری یہ سند صحیح ہے لیکن خطیب نے اس کا متن نہیں لکھا۔ دوسری سند میں محمد بن عثمان بن الحسن القاضی کذاب ہے۔ بحوالہ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۴۳۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کذاب کا بیان کردہ متن لکھا ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

وہابی زبیر علی زئی کی کمال بددیانتی یا پھر جہالت:

محدثین کرام علیہم الرضوان کا کتب حدیث میں یہ طریقہ کار ہے کہ جب ایک متن ایک سے زائد سندوں سے مروی ہو تو پہلے اس کے تمام طرق کو جمع کر دیتے ہیں پھر اس کا متن درج کر دیتے ہیں۔ متن کے بیان کرنے میں اگر راویوں کا اختلاف ہو تو اس کو راوی کے نام سے بیان بھی کر دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے اس متن میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں اگر متن میں کسی راوی سے اختلاف واقع نہ ہو تو پھر متن کو اسی طرح درج کر دیتے ہیں۔ پہلے وہ تمام طرق جمع کرتے ہیں جن سے وہ متن مروی ہوتا ہے پھر اس کے بعد وہ متن درج کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں دیکھنی ہوں تو صحیح مسلم شریف پڑھ لیں۔ حضرت امیر المحدثین امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جب ایک متن حدیث درج کرتے ہیں تو پہلے اس کے وہ طرق جمع کر دیتے ہیں جن طرق سے وہ متن مروی ہوتا ہے۔

اب زئی صاحب نے یا تو اس میں بددیانتی کی ہے یا پھر یہ اس کی جہالت کا کرشمہ ہے کہ جو سند صحیح ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ خطیب نے اس کا متن نہیں لکھا جو سند اس کے زعم میں مجروح ہے اس کے متعلق کہتا ہے کہ خطیب

نے اس کذاب کا متن لکھا ہے۔ لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ جب ایک متن دو سندوں سے مروی ہو اور ان میں سے ایک سند صحیح ہو تو پھر دوسری سند مجروح بھی ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ صحیح سند سے اثبات تو پہلے ہو چکا۔

یہ ساری تکلیف زئی نے کیوں کی ہے اس کی کاروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل نہیں ہے پہلے اس نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے خارج کرنے کی ناکام سی کوشش کی ہے بے سند باتوں سے۔ اب وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے خارج کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کے پس پردہ وہ بات ہے جو اس نے آخر میں لکھی ہے۔ موطا امام محمد جو ہے وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ثابت نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس موضوع پر بھی آخر میں مفصل گفتگو کریں گے اور اس کی بددیانتی اور تعصب اور اس کا غالی ہونا واضح کریں گے۔

پھر ترجمہ شروع ہوا۔

ابن المنذر نے کہا میں نے (امام) المزنی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ ہلکی چال چلنے والا کوئی موٹا نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی فصیح دیکھا ہے۔ پھر اس پر نمبر ۳ کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں وہابی لکھتا ہے کہ یہ روایت مع سند تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۵ پر موجود ہے۔ اس کا ایک راوی الحسین بن جعفر العتری، ج ۱۷، ص ۶۲ میں مذکور ہے۔ جو الامام الفقیہ تھا اس کا مقام صدوق کا مقام ہے۔

دوسرا حسین بن جعفر الجوز جازنی (الجرجانی) مجروح ہے۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۷۷۔

ناظرین غور فرمائیں کہ وہابی صاحب لکھتا ہے کہ ایک العتری بغیر کسی

توثیق وتجریح کے سیر اعلام النبلآء میں مذکور ہے۔ جو امام فقیہ تھا اس کا مقام صدوق کا مقام ہے۔ یعنی اس وہابی کے نزدیک کسی کو امام کہنا فقیہ کہنا اور راوی کا صدوق ہونا یہ ہرگز توثیق نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر وہابی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس کا تعلق نہ جرح سے ہے اور نہ تعدیل سے فصاحت اور چیز ہے اور عدالت و ثقاہت اور چیز ہے۔ بالفرض اگر اس کا تعلق عدالت وثقاہت سے نہیں ہے تو ایک شاندار خوبی تو ہے جسے آپ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

پھر صفحہ ۱۶ پر وہابی صاحب نے لکھا ہے مع ترجمہ عربی متن۔ میں صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

عباس الدوری نے ابن معین سے بیان کیا کہ میں نے الجامع الصغیر محمد بن حسن سے لکھی ہے، وہابی زئی صاحب نے اس پر نمبر ا کا نشان دے کر نیچے لکھا ہے بحوالہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۵ وسندہ صحیح اس کی سند امام ابن معین تک صحیح ہے۔ اب اس کی سند کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد اس پر وہابی صاحب نے جو گل کھلائے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

زئی لکھتا ہے کہ الجامع الصغیر لکھنے کے بعد امام یحیٰی بن معین کس نتیجے پر پہنچے اس کا تذکرہ عباس الدوری کی تاریخ میں ہے قال یحیی بن معین محمد بن حسن الشیبانی لیسی بشئ۔ تاریخ ابن معین روایۃ الدوری، ص ۱۷۷۰۔ یعنی محمد بن حسن شیبانی کچھ چیز نہیں۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

وہابی صاحب نے یہ کوشش اس لئے کی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ کتب رجال میں یہ بات وضاحت شدہ ہے کہ امام یحیٰی بن معین صرف ثقہ راوی سے ہی

روایت کرتے ہیں تو جب امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتاب جامع صغیر لکھی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عدو نے اس کی سند کو صحیح بھی تسلیم کر لیا ہے تو یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثقہ ہیں کیونکہ وہ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ اب وہابی زئی صاحب کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اس پر کوئی بیکار سی کوشش کرتا اور یحیٰی بن معین سے ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر جرح بیان کرتا اس لئے اس وہابی نے یہ سارا دھندا کیا ہے، اپنی عادت سے مجبور ہو کر مگر وہابی صاحب کو اس کی سند صحیح تسلیم کر لینے کے بعد یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ اب ابن معین سے اگر کوئی جرح امام محمد پر نقل ہو گی تو وہ مردود ہو گی کیونکہ وہ صحیح سند سے معارض ہو گی۔ یا پھر تعارض کی صورت میں ابن معین سے منقول دونوں باتیں ہی ساقط ہو جائیں گی۔ جرح بھی اور تعدیل بھی۔ پھر ابن معین کی تاریخ بروایت عباس دوری کا جو حوالہ دیا گیا ہے کہ امام ابن معین نے کہا کہ امام محمد بن حسن شیبانی لیس بشئ ہے۔

وہابی صاحب یہ بتائیں کہ وہ نسخہ کب لکھا گیا ہے اور اس کا ناسخ کون ہے اور ناسخ سے مؤلف تک اس کی سند کیا ہے اور سند کے رواۃ کا حال کیسا ہے، جب تک اس کی وضاحت نہ ہو گی وہابی صاحب کا یہ حوالہ قبول نہ ہو گا کیونکہ یہ اسی کا ہی خود ساختہ قاعدہ ہے۔ بہر حال جس کی پاسداری کا اس کو خیال رکھنا چاہیے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ:

لَیْسَ بِشَیْءٍ کی حیثیت کیا ہے اس پر کچھ تبصرہ:

نقد و رجال پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بعض الفاظ جرح و تعدیل میں امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح الگ ہے۔ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ جس راوی کو لیس بشئ کہیں وہ ان کے نزدیک مجروح نہیں ہوتا بلکہ صرف

وہ قلیل الروایت مراد ہوتا ہے اور کسی راوی کا قلیل الروایت ہونا اس کو مجروح نہیں کرتا۔

ممدوحِ وہابیہ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل میں فرماتے ہیں۔

کثیرا ما تجد فی میزان الاعتدال وغیرہ فی حق الرواۃ نقلاً عن یحییٰ بن معین ○ انه لیس بشئ فلا تظنن ان ذلك الراوی مجروح بجرح قوی فقد قال الحافظ ابن حجر فی مقدمة فتح الباری فی ترجمة عبدالعزیز بن المختار البصری ذکر ابن اقطان الفاسی ان مراد ابن معین من قوله ○ (لیس بشئ) یعنی ان احادیثه قلیلة انتھی۔ وقال السخاوی فی فتح المغیث قال ابن القطان ان ابن معین اذ قال فی الراوی (لیس بشئ) انما یرید انه لم یرو حدیثاً کثیرا ○ (الرفع والتکمیل، ص ۳۱)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ: میزان الاعتدال وغیرہ میں کئی مقامات پر کسی راوی کے حق میں ابن معین سے تو یہ منقول پائے گا کہ وہ کسی راوی کے بارے میں کہیں گے (لیس بشئ) یہ راوی کوئی شے نہیں ہے، تجھے ہرگز اس راوی کو مجروح بجرح قوی نہ سمجھنا چاہیے۔ اس لئے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں عبدالعزیز بن مختار بصری کے ترجمہ میں کہا ہے کہ ابن قطان فاسی نے ذکر کیا ہے کہ ابن معین کی مراد (لیس بشئ) سے صرف راوی کا قلیل الروایت ہونا ہے اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح المغیث میں فرمایا ہے کہ ابن قطان نے کہا ہے کہ ابن معین کا کسی راوی کو لیس بشئ کہنا صرف اس کا قلیل الروایت ہونا مراد ہے۔ مذکورہ سطور سے یہ بات واضح ہوگی کہ ابن معین کا کسی راوی کو لیس بشئ کہنا ہرگز ہرگز جرح نہیں ہے جس پر زئی وہابی صاحب خوش ہو رہے ہیں۔ بلکہ مراد اس سے صرف قلیل الروایت ہونا ہے اور کسی راوی کا قلیل الروایت ہونا اس

کے ثقہ ہونے کے منافی نہیں ہے۔ لیس بشئ کا صحیح مفہوم جب واضح ہو چکا اور اس کا جرح نہ ہونا بھی واضح ہو چکا تو اب وہ پہلی بات یاد کریں جس کی سند کو آپ نے صحیح مانا ہے کہ امام ابن معین نے فرمایا کہ میں نے (امام) محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے جامع صغیر لکھی ہے۔ اور وہ قاعدہ یاد کریں کہ ابن معین ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجروح نہیں بلکہ ثقہ ہیں۔

الحمدللہ رب العالمین ○

راوی کا قلیل الروایت ہونا اس کے ثقہ ہونے کے منافی نہیں ہے:

کسی راوی حدیث کا قلیل الروایت ہونا اس کے ثقہ صدوق ہونے کے خلاف نہیں ہے نہ ہی اس سے کوئی راوی مجروح ہوتا ہے۔ دیکھئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تقریب التھذیب میں طلحہ بن ابی سعید الاسکندرانی ابو عبدالملک القرشی مدنی کے متعلق لکھتے ہیں۔ ثِقَةٌ مُقِلٌّ اور ساتھ خ کے اشارے سے اس کا بخاری شریف کا راوی ہونا بھی فرماتے ہی۔ (تقریب التھذیب، ج۱، ص ۴۵۰)

مذکورہ راویٔ حدیث بخاری شریف کا راوی ہے اور مقل ہے یعنی قلیل الروایت ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کے ایک راوی کے متعلق فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن معبد بن عباس بن عبدالمطلب العباسی ثقة قلیل الحدیث۔ (تقریب التھذیب، ج۱، ص ۵۳۷)

یعنی یہ راوی ثقہ ہے اور قلیل الحدیث ہے۔

الحاصل اگر تقریب سے ہی اس کی مثالیں پیش کرتے چلیں تو بات بہت

طول پکڑ جائے گی۔ عقل مندوں کے سمجھنے کے لئے تو ایک دو مثالیں ہی کافی ہیں۔ مذکورہ سطور سے بات واضح ہے کہ راوی کا قلیل الحدیث، قلیل الروایت ہونا اس کو مجروح نہیں کرتا اور یہ اس کے ثقہ ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ تو اگر ابن معین رحمۃ اللہ علیہ اپنے خیال کے مطابق امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو (لیس بشئی) جس کا مطلب پیچھے واضح ہو چکا ہے قلیل الروایت ہونا۔ کہتے ہیں تو اس سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ بھی مجروح ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(نوٹ): لیکن امام ربانی امام مجتہد فقیہ محدث محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ قلیل الروایت بھی نہیں ہیں۔ دیکھئے آپ کی کتاب حدیث، موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ وغیرہ۔

وہابی کے رسالہ کا صفحہ نمبر ۱۴ کا بقیہ حصہ۔

ربیع بن سلیمان نے کہا میں نے شافعی کو فرماتے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے اپنے اونٹ جتنے بوجھ کی کتابیں لی ہیں۔ ابن عدی نے اسحاق بن راھویہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے یحیٰی بن آدم کو کہتے سنا کہ شریک قاضی مرجۂ کی گواہی جائز نہیں سمجھتے تھے ان کے پاس محمد بن حسن نے گواہی دی تو انہوں نے اسے رد کر دیا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں ایسے آدمی کی گواہی نہیں مانتا جو یہ کہتا ہے کہ نماز ایمان میں سے نہیں ہے۔

اس پر نمبر ۳ کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں خود اقرار کیا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے اور ابن عدی نے ابونعیم فضل بن دکین کی سند سے نقل کیا ہے کہ قاضی ابو یوسف نے کہا محمد بن حسن مجھ پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر نمبر ۴ کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں خود ہی لکھا ہے کہ یہ سند مردود ہے۔

ابن عدی نے کہا محمد بن حسن کی توجہ حدیث پر نہیں تھی (یعنی اسے صرف

رائے قیاس کا دفاع ہی محبوب تھا) اہل حدیث (محدثین کرام اور متبعین حدیث اس کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں)۔ اس پر نمبر ۵ کا نشان دے کر نیچے لکھا کہ ابن عدی امام معتدل کما قال الذہبی فی ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

ابن عدی کا یہ کہنا کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ حدیث کی طرف نہیں تھی اور محدثین ان کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں۔ یہ بات بالکل حقیقت کے خلاف ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ہی اس پر گواہ ہیں کہ وہ کتنے بڑے محدث تھے۔ اور پھر ابن عدی کی یہ عبارت ہی گواہی دے رہی ہے کہ امام محمد کی توجہ حدیث پر تھی۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ ابن عدی نے خود ہی کہا ہے کہ امام محمد بن حسن کی بیان کردہ حدیثوں سے محدثین بے نیاز ہیں۔

اگر امام محمد کی توجہ ہی حدیث پر نہ تھی اور حدیث بیان نہیں کرتے تھے تو اس عبارت کا کیا مطلب کہ آپ کی بیان کردہ حدیثوں سے محدثین بے نیاز ہیں۔ اور پھر بات بات پر سند کا مطالبہ کرنے والا شخص ابن عدی کی اس بے سند بات کو کیسے قبول کر لیتا ہے کیونکہ ابن عدی نے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہی نہ پایا۔ کیونکہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹ھ میں وصال فرما گئے تھے اور ابن عدی ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ درمیان میں اتنا طویل فاصلہ ہے جسے زبیر زئی وہابی نے بلا تأمل قبول کر لیا ہے جس شخص نے امام محمد کو دیکھا تک نہیں ان کا زمانہ نہ پایا ان کے متعلق ابن عدی کا یہ کہنا کہ ان کی حدیث پر توجہ نہیں تھی۔ یہ بات بالکل قبول نہیں ہے۔ زئی وہابی میں اگر انصاف ہوتا تو اس بات کے بیان کرنے کے بعد زئی لکھتا کہ ابن عدی کی یہ بات کیونکر بے سند ہے اس لئے یہ مردود ہے لیکن اس کا اس

بے سند بات کو قبول کر لینا اور اس پر جرح نہ کرنا زئی کے متعصب اور بے انصاف اور غالی ہونے کو واضح کرتا ہے۔ (فافہم و تدبر)

زئی کا امام ابن عدی کو معتدل امام کہنا:

اس کا بھی تجربہ کر لیتے ہیں کہ ابن عدی کو امام معتدل کہنے والا اس قانون پر بھی کتنی دیر تک قائم رہتا ہے۔ اب راقم الحروف اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے عرض کرتا ہے آپ دیکھیں کہ جب ابن عدی بخاری شریف کے کسی راوی پر جرح کرے گا تو ابن عدی زئی کے نزدیک امام معتدل رہے گا یا نہیں یہ تو زئی صاحب ہی جواب دیں گے۔

عبداللہ بن یوسف التنیسی بخاری شریف کا راوی ہے اس کو ابن عدی نے کامل فی الضعفا میں شمار کیا ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۸)

اگرچہ یہ راوی ثقہ صدوق ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عدی کا رد بھی کیا ہے لیکن امام ابن عدی کو امام معتدل ماننے والا زئی یہاں پر دیکھیے ابن عدی کو امام معتدل مانتا ہے یا کہ نہیں اور اگر ابن عدی کو امام معتدل مانتا ہے تو پھر بخاری شریف کے اس مذکورہ راوی کو ضعیف بھی ماننا پڑے گا جس کو زئی کے امام معتدل نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (فافہم و تدبر)

بخاری شریف کے ایک اور راوی جو کہ ثقہ ہیں لیکن زئی وہابی کے امام معتدل نے اس کا ذکر بھی ضعفاء میں کر دیا ہے۔

یہ ہیں، احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ (الکامل فی الضعفاء، ج ۱، ص ۲۹۵)

جناب زئی صاحب اگر آپ واقعی ابن عدی کو امام معتدل مانتے ہیں تو پھر تو آپ یقیناً احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ضعیف مانتے ہوں گے کیونکہ اس کو ضعفاء میں شمار کرنے والا آپ کا امام معتدل ہے۔

تو اس تمام گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات ثقہ راویوں کو بھی ضعفاء میں شمار کر دیتے ہیں۔

اسی طرح یقیناً امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ثقہ ہیں ابن عدی نے جو بخاری کے بعض ثقہ راویوں کے ساتھ کیا وہی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ زئی وہابی صاحب ابن عدی کو امام معتدل مانتے رہیں گے یا کہ پھر اپنی عادت کے مطابق کہیں گے۔ ابن عدی کا یہ قول مردود ہے۔ اب صفحہ پندرہ کے جوابات شروع ہوتے ہیں۔

صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

ابو اسماعیل الترمذی نے کہا میں نے احمد بن حنبل کو فرماتے سنا کہ شروع میں محمد بن الحسن جہم کے مذہب پر چلتا تھا۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

زئی وہابی غیر مقلد نے یہ عبارت اس لئے نقل کی ہے تا کہ وہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ بد مذہب جہمی ثابت کر سکے۔ مگر اسی مذکورہ عبارت نے حقیقۃً امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے جہم کی نفی کر دی ہے وہ اس طرح کہ عبارت میں (فی الاول) کے الفاظ ہیں اور زئی کے ترجمہ میں شروع کے الفاظ ہیں ان الفاظ پر ذرا سا فکر و تامل کرنے والا عقل سلیم رکھنے والا۔ اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ بعد میں آپ جہمی نہ رہے ورنہ اول کی قید بے کار ہوگی۔ یہ تو اس عبارت کے متعلق گفتگو تھی ورنہ حقیقت یہ ہے۔ آپ کا تعلق کبھی بھی کسی بدعقیدگی سے نہ رہا۔ آپ ائمہ مسلمین میں سے ایک مُسَلَّم امام ہیں اور اہلسنت و جماعت کے پیشوا و مقتدا ہیں۔ اس قسم کے الزامات کی تردید کے لئے وہی وضاحت کافی ہے جس کی

امام المسلمین امام الائمہ شیخ المحدثین سید الفقہاء امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں کی ہے۔ صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، آپ فرماتے ہیں اور ہم نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ مضر نہیں ہے اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ (بالکل) دوزخ میں نہیں جائے گا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ وہ (عمل میں) فاسق ہو بشرطیکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا ہو اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (ضرور) مقبول ہیں اور ہماری برائیاں (ضرور) مغفور ہیں جس طرح کہ مرجیۂ کہتے ہیں لیکن یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کوئی نیکی تمام شرائط سے ادا کرے درحالیکہ وہ نیکی عیوب مفسدہ سے خالی ہو اور اس نے اس کو کفر اور انداد اور بُری عادتوں سے باطل نہ کر دیا ہو حتیٰ کہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ قبول کرے گا اس کو اس شخص سے اور اس کو اس پر ثواب دے گا اور جو برائیاں شرک اور کفر کے سوا ہوں اور ان کے کرنے والے نے ان سے توبہ نہ کی ہو حتیٰ کہ وہ ایمان کی حالت میں مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے اسے دوزخ سے عذاب کرے (اور پھر نکال لے) چاہے اسے معاف کر دے اور بالکل دوزخ کا عذاب نہ دے۔

(فقہ اکبر حامل شرح ابو المنتہی مطبوعہ حیدر آباد، دکن، دکن، ص ۲۸-۳۰، بحوالہ تاریخ اہل حدیث، ص ۸۹)

فقہ اکبر کی اس عبارت میں تمام بدمذہبوں کا رد ہے اور اہلسنت و جماعت کے عقیدے کا روشن بیان ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ اس عبارت (نقول) کے صیغہ سے بیان کرتے ہیں جو کہ جمع متکلم کا صیغہ ہے یعنی آپ اور آپ کے تمام شاگرد اس میں شامل ہیں۔

ذرا ادھر بھی دیکھئے:

حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ بخاری شریف میں قدری، معتزلی، جبری، شیعہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح جہمی راویوں سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن صالح الوحاظی ابو ذکریا کے ترجمہ میں ایک قول امام عقیلی کا بھی بیان کرتے ہیں۔

قال العقيلي حمصي جهمي ....

عقیلی نے کہا کہ یہ راوی حمصی جہمی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ کے آخر میں فرماتے ہیں روی عنه البخاري ثمانية احاديث کہ امام بخاری نے اس جہمی راوی سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۱۴۶-۱۴۷، مطبوعہ بیروت لبنان)

زئی صاحب بخاری شریف کے اس راوی کے متعلق کیا کہو گے اور اس کی آٹھ روایات جو بخاری میں موجود ہیں ان کا کیا کرو۔ (فافهم و تدبر)

بشر بن السری کے متعلق میزان میں ہے۔ قال الحميدي لايحل ان يكتب عنه۔ (میزان الاعتدال)

کہا حمیدی نے کہ بشر بن السری جہمی ہے اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں۔ اور یہ راوی بھی بخاری شریف کا راوی ہے۔

(نوٹ): اگرچہ آخر میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رجوع بھی نقل کیا ہے۔

(۱) زئی صاحب یہ بھی بتائیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جہمی فرقہ کی روایت کیوں قبول فرمائی۔

(۲) بخاری کے یہ راوی ثقہ ہیں یا کہ جہم کی وجہ سے عدالت سے ساقط ہو گئے ہیں۔

(۳) ان کی روایات کا کیا ہے جو بخاری شریف میں موجود ہیں۔

(۴) اگر یہ جہمی ہونے کے باوجود ان سے روایت حدیث بھی درست ہے اور یہ ہیں بھی ثقہ تو پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیوں کیا جاتا ہے حالانکہ یہ نسبت ہی ان کی طرف غلط ہے۔ آپ کے حاسدین کے حسد کا یہ نتیجہ ہے۔

پھر زئی وہابی نے نقل کیا ہے کہ:

"حنبل بن اسحاق نے (امام) احمد (بن حنبل) سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف تو حدیث میں ضعیف تھا مگر محمد بن حسن اور اس کا استاد (اس کے ساتھ) حدیث وآثار کے مخالف تھے۔ (بحوالہ تاریخ بغداد، ج۲، ص۱۷۹)

راقم الحروف کا تبصرہ:

(۱) تاریخ بغداد میں حدیث کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف آثار کے الفاظ ہیں۔

اس عبارت میں جو امام احمد رضی اللہ عنہ کی طرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر جرح نقل کی گئی ہے یہ جرح مبہم ہے جس میں ضعف کا سبب نہیں بیان کیا گیا۔ اور جرح مبہم مردود ہے۔ جہاں آپ پر جرح مفسر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ وہاں پر مفصل جواب پیش کیا جائے گا۔

(۲) یہ جو کہا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ آثار کے مخالف تھے یہ بالکل حقیقت کے خلاف ہے۔

حنفی مذہب میں تو آثار حجت ہیں کتب احناف اس سے پُر ہیں۔ البتہ وہابیہ غیر مقلد ضرور آثار کے منکر ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے وہابیہ کی کتب عرف الجادی، نزل الابرار، تحفۃ الاحوذی، الروضۃ الندیہ، ج۱،

ص۸۹، والظلم منہ قول الصحابی لاتقوم بہ حجۃ۔

وہابیہ جو خود آثار کے منکر ہیں انہیں آثار کو حجت جاننے والوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنا زیب نہیں دیتا۔

(۳) اگر اس سے مراد ایسے آثار ہیں جو کہ صحیح احادیث یا دیگر آثار صحیح سے متعارض ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایک حدیث یا اثر ایک امام کے نزدیک صحیح ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک وہ حدیث یا اثر صحیح نہیں ہوتی تو محدث فقیہ مجتہد نے جس کو راجح جانا اس پر عمل کیا اور اب جو اس کی نظر میں مرجوح تھے، ان کو ترک کر دیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ امام تو آثار کے مخالف تھے تو کتنی حقیقت کے خلاف بات ہے اور جس امام کے متعلق یہ بات کہی گئی ہے وہ تو خود ایک ایسی کتاب کے مؤلف ہیں جس کا نام ہی کتاب الآثار ہے اور اس میں بکثرت آثار موجود ہیں اور عندالاحناف ان پر الحمد للہ عمل بھی ہے۔

علامہ محدث سمعانی رحمۃ اللہ علیہ انساب، ج۳، ص۴۸۴، مطبوعہ بیروت پر فرماتے ہیں کہ:

وروی عن احمد بن حنبل قال اذا کان فی المسالۃ قول ثلاثۃ لم تسمع مخالفتھم فقلت من ھم قال ابو حنیفۃ وابو یوسف و محمد بن الحسن ......

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تینوں کسی مسئلہ پر جمع ہو جائیں تو اس کے خلاف بات نہیں سنی جائے گی۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن ہیں۔ علامہ

محدث سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے واضح ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہم کے مداح ہیں۔ پھر زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

سعید بن عمرو البرزعی نے کہا میں نے ابو زرعۃ الرازی کو فرماتے سنا کہ محمد بن حسن اور اس کا استاد دونوں جہمی (مذہب) والے تھے اور ابو یوسف جہمیت سے دور تھے اس کے متعلق زئی لکھتا ہے کہ یہ قول صحیح و ثابت ہے۔

راقم الحروف کا اس پر تبصرہ:

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہم کی طرف نسبت درست نہیں ہے۔ اس کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر کا مطالعہ کر لیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں سعید بن عمرو البرزعی ہے جس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا اس کی توثیق درکار ہے۔

تیسری یہ بات ہے کہ ابو زرعہ رازی کے نام سے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے دو راوی ذکر کے لئے ہیں۔ ایک ابو زرعہ الرازی صغیر جس کا نام احمد بن حسین بن علی بن ابراہیم بن حکم ہے۔ یہ اگرچہ ثقہ ثبت ہیں لیکن ان سے ان کی ولادت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ جب میں پہلی مرتبہ عراق میں داخل ہوا تو اس وقت میری عمر چودہ سال تھی اور وہ ۳۲۴ھ تھا۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۳۷۔ تو اس اعتبار سے ان کی ولادت بنتی ہے ۳۱۰ھ میں۔ جبکہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۸۹ھ ہجری میں ہو گیا تھا۔ تو درمیان میں اتنا طویل فاصلہ ہے جو ایک صدی سے زیادہ بنتا ہے تو اگر یہ ابو زرعہ الرازی ہے تو اس نے تو امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کو دیکھا تک بھی نہیں ہے، جب ان کا زمانہ ہی نہ پایا اور پھر انہوں نے اپنے سے آگے تک سند بھی بیان نہیں کی تو پھر یہ جرح کیسے قبول ہو

سکتی ہے۔ خاص طور پر زئی وہابی کو تو چاہیے تھا کہ وہ یہاں کہہ دیتا کہ یہ بے سند قول ہے۔ درمیان میں ایک صدی کا فاصلہ ہے لہٰذا یہ جرح مردود ہے۔ لیکن وہ ایسا کیوں کہے کیونکہ اس نے تو ہر حال میں احناف سے تعصب ہی کرنا ہے۔

دوسرا ابو زرعہ الرازی الاصغر ہے، جو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی ثقہ ہے لیکن اس کا وصال بھی ۳۲۳ھ میں ہے، تو اس کا فاصلہ تو پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تقریباً دو صدیاں بنتی ہیں۔ اتنا طویل فاصلہ ہے حیرت اس بات پر ہے کہ ایسا شخص جو بات، بات پر سند کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہاں پر یہ بات کیوں بھول گیا ہے یا دانستہ آنکھیں بند کر لی ہیں۔ انصاف تو یہ تھا کہ زئی وہابی یہاں پر کہتا کہ کیونکہ ابو زرعہ سے آگے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک سند نہیں ہے، یہ بے سند بات ہے اس لئے قبول نہیں مگر اس کے باوجود اس کے تعصب کو دیکھئے، لکھتا ہے کہ یہ قول صحیح و ثابت ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون○

(نوٹ): کوئی تیسرا ابو زرعہ جو الرازی کے نام مشہور ہو اس احقر کو نہیں ملا۔ البتہ ابو زرعہ کے نام کے اور بھی راوی ہیں مگر کوئی دمشقی ہے کوئی یمنی کے نام سے مشہور ہے وغیرہ۔ جو ابو زرعہ، الرازی کے نام سے مشہور ہیں وہ یہی دو ہیں۔ اگر ان دو کے علاوہ کوئی ابو زرعہ الرازی ہے تو مطلع ہونے پر انشاء اللہ تعالیٰ اس پر بھی مفصل گفتگو ہو گی۔

زئی وہابی صاحب نے ایک حوالہ ابو زرعہ الرازی کی کتاب الضعفآء کا بھی دیا ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ نسخہ کب لکھا گیا ہے اس کا ناسخ کون ہے۔ ناسخ سے لے کر مؤلف تک سند کیا ہے اور کیسی ہے اور اس نسخہ کو مؤلف سے کس نے روایت کیا ہے۔ امید ہے کہ زئی وہابی صاحب ان تمام گزارشات پر

ضرور توجہ فرمائیں۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے کہ زکریا الساجی نے کہا (محمد بن حسن) مرجئ تھا۔ اس کے متعلق زئی وہابی نے خود ہی کہہ دیا ہے یہ روایت مردود ہے۔

پھر کہا کہ محمد بن سعد الصوفی نے کہا میں نے ابن معین سے سنا وہ اسے جھوٹا قرار دیتے تھے۔

اس سند کے بارے میں بھی زئی وہابی نے خود ہی لکھ دیا ہے کہ یہ سند ضعیف و مردود ہے۔ احوص بن فضل نے اپنے ابا سے نقل کیا ہے کہ حسن اللولوی اور محمد بن حسن دونوں ضعیف ہیں۔ اس سند کے بارے بھی زئی نے خود ہی اقرار کیا ہے کہ اس کی سند میں قاضی ابو العلاء محمد بن علی الواسطی ضعیف ہے لہذا یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ پھر کہا۔

اسی طرح معاویہ بن صالح نے ابن معین سے روایت کیا ہے۔

اس کے متعلق بھی زئی وہابی صاحب نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ یہ روایت بھی مردود ہے۔

پھر کہا۔ ابن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ کچھ چیز نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ اس کی سند کو زئی وہابی نے حسن کہا ہے جبکہ یہ سند بھی انتہائی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں محمد بن مظفر ہے اگر چہ ذہبی نے اس کو ثقہ حجۃ معروف کہا ہے تاہم یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابو الولید باجی نے کہا کہ اس میں تشیع ظاہر ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۴۳)

اس کی سند میں ایک راوی احمد بن عبداللہ الانماطی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لسان المیزان میں خطیب سے ناقل ہیں کہ

اس کا سماع کچا ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ یہ رافضی ہے۔ (انه كان ليترفض)

(لسان المیزان، ج ۱، ص ۱۹۹)

واضح ہو گیا کہ یہ سند بھی مجروح ہے یہ رافضیوں والی سند زئی صاحب کو ہی مبارک ہو۔

گذشتہ صفحات میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ یحیی بن معین جب کسی راوی کو لیس بشیء کہیں تو مراد صرف راوی کا قلیل الروایت ہونا ہوتا ہے۔ لہذا یہ کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

پھر زئی نے کہا کہ عمرو بن علی (الفلاس) نے کہا ضعیف ہے۔ اس پر چار نمبر حاشیہ میں کہا کہ یہ روایت تاریخ بغداد میں ہے۔ (ص ۲، ج ۱۸۱) یہ سند صحیح ہے۔

اس پر راقم کا تبصرہ:

اصول کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ کسی کو بغیر سبب بیان کیے ضعیف کہہ دینا یہ جرح مبہم ہے جو کہ مردود ہے۔ لہذا یہ جرح ہی مردود ہے اور نا قابل قبول ہے۔

(تنبیہ): تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۸۱ پر عمرو بن علی (الفلاس) نہیں ہے بلکہ ابو حفص عمرو بن علی الصیرفی ہے۔ جس کی ثقاہت نہیں ملی۔ سند میں محمد بن حسین القطان کی بھی ثقاہت نہیں ملی۔ سند میں موجود ابو العباس سہل بن احمد الواسطی کا ترجمہ بھی نہیں ملا۔ پھر زئی نے نقل کیا کہ اور ابو داؤد نے کہا وہ کچھ چیز نہیں اور نہ اس کی حدیث لکھی جائے۔ اس پر پانچ کا نشان دے کر حاشیہ میں خود ہی اعتراف کیا کہ اس کی سند میں ابو عبید محمد بن علی بن عثمان الآجری ہے جو کہ مجہول الحال ہے۔ تو واضح ہو گیا کہ اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

پھر زئی نے نقل کیا کہ اور دار قطنی نے کہا وہ (میرے نزدیک) متروک ہونے کا مستحق نہیں ہے۔ اس پر چھ نمبر کا نشان دے کر حاشیہ میں لکھا کہ اس کی

سند صحیح ہے۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

اس کی سند کو زئی وہابی صاحب نے صحیح مان لیا ہے کہ دار قطنی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ترک کے مستحق نہیں ہیں۔ دار قطنی نے یہ فرما کر امام محمد سے کذب کی جرح کو دفع کر دیا ہے کیونکہ جو کذاب ہوتا ہے وہ ہر حال میں ترک کا ہی مستحق ہوتا ہے اور امام دار قطنی نے آپ کو فرما دیا ہے کہ آپ ترک کے مستحق نہیں ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ امام دار قطنی، امام محمد پر کذاب کی جرح کو درست نہیں سمجھتے۔ تو دار قطنی اور زئی کے خیالات بھی جدا ہو گئے۔

پھر نقل کیا کہ عبداللہ بن علی (بن علی) المدینی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا (محمد بن حسن) صدوق (یعنی سچا ہے)۔ اس پر سات نمبر کا نشان دے کر لکھتا ہے کہ اس کے راوی عبداللہ بن علی بن عبداللہ المدینی کی توثیق نامعلوم ہے اس کا ذکر تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۹-۱۰ میں بغیر کسی توثیق کے موجود ہے۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

کیونکہ علی بن عبداللہ بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ناقد فن رجال ہیں ان کا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو سچا کہنا وزن رکھتا ہے اس لئے زئی صاحب کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ اس میں کوئی نہ کوئی اعتراض ضرور کرتے اور اپنی عادت پوری کرتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا ہے کہ عبداللہ بن علی کی توثیق معلوم نہیں ہے۔

راقم الحروف کا تبصرہ:

تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۹ پر واضح موجود ہے۔ یعرف بابن المدینی۔ کہ یہ راوی ابن المدینی کے لقب سے معروف ہے۔ (یعنی یہ راوی کوئی مجہول

نہیں ہے) اہل البصرہ سے ہے۔ بغداد میں آیا اور اس نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی اور اس سے محمد بن عبداللہ المستعینی اور محمد بن عمران بن موسیٰ الصیرفی نے روایت کی ہے۔ تو یہ راوی الحمدللہ معروف ہے اور خطیب نے ان پر جرح کا ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔

مستعینی نے کہا! بیان کیا مجھے عبداللہ بن ابی سعد الوراق نے محمد بن علی بن المدینی سے اس نے اپنے باپ سے کتاب المدلسین روایت کی ہے۔ پھر ہمارے پاس عبداللہ بن علی آئے پس بیان کی ہمیں کتاب اپنے باپ سے۔

بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن نصر نے کہا سنا میں نے حمزہ بن یوسف سے وہ کہتے تھے کہ پوچھا میں نے دار قطنی سے عبداللہ بن علی بن عبداللہ المدینی کے متعلق جو اس نے اپنے باپ سے کتاب العلل روایت کی ہے تو دار قطنی نے کہا کہ بے شک اس نے اپنے باپ کی کتابیں پکڑی اور اس کے اخبار کو مناولۃ روایت کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے بہت زیادہ سماع نہیں کیا۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۹)

اس سے جو نتائج حاصل ہوئے۔

(۱) خطیب بغدادی نے کہا عبداللہ بن علی .... ابن المدینی کے ساتھ معروف ہے جسے انہوں نے (یُعْرَفُ) کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۲) اس نے اپنے باپ کی کتاب العلل روایت کی ہے۔

(۳) جب دار قطنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو دار قطنی نے نہ تو مجہول کہا اور نہ ہی کوئی جرح کا لفظ استعمال کیا۔

(۴) اس سے محمد بن عبداللہ المستعینی اور محمد بن عمران بن موسیٰ الصیرفی نے روایت کی ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ محمد بن عبداللہ المستعینی ثقہ ہیں۔ دیکھئے انساب سمعانی، ج ۵، ص ۲۸۶۔ اور محمد بن عمران بن موسیٰ الصیرفی بھی ثقہ ہیں۔ دیکھئے تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۳۵۔

یعنی دو ثقہ راوی اس سے روایت کرتے ہیں جبکہ وہ خود بھی معروف ہے۔ تو جب خطیب بغدادی نے اس کے متعلق یعرف بابن المدینی کہہ دیا تو یہ مجہول کہاں رہا۔ پھر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فتح المغیث، ص ۱۳۴ پر فرماتے ہیں کہ وقال الدارقطنی من روی عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته و ثبتت عدالته۔ یعنی امام دارقطنی نے فرمایا کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے لہٰذا اس راوی کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو گئی کیونکہ دو ثقہ راوی اس سے روایت کرنے والے ہیں۔ پھر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تعجیل المنفعت میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ قال عبدالله بن علی بن المدینی عن ابیه صدوق۔ (تعجیل المنفعت، ص ۴۱۰)۔ امام ابن حجر نے اس کو قبول کیا اور اس کے رد کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں دیا۔

پھر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب آلاثار کے رواۃ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار۔ اس میں بھی حرف المیم کے تحت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کیا۔ اور پھر عبداللہ بن علی بن المدینی کا اپنے باپ سے امام محمد کا صدوق ہونا بیان کیا اور اس کے رد کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں دیا۔

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں، علی بن ظبیان العبسی کے ترجمہ میں بھی عبداللہ بن علی بن المدینی کا اپنے باپ سے، علی بن ظبیان کے بارے میں قول نقل کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں۔

پھر امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں علی بن عبداللہ المدینی کے ترجمہ میں آپ کے شاگردوں میں آپ کے بیٹے عبداللہ بن علی بن المدینی کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو یہ تمام خلاصہ اس بات کا مقتضی ہے کہ عبداللہ بن علی بن المدینی کا اپنے باپ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا صدوق ہونا بیان کرنا یہ قابلِ قبول ہے اور رد کی کوئی وجہ نہیں۔

زئی صاحب اگر آپ میں انصاف ہو تو ذرا ادھر بھی دیکھیں:

آپ نے اپنی کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین میں جس روایت سے ہمیشہ کا رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش کی ہے قطع نظر اس کے اس میں آپ کا مکمل موقف بھی موجود نہیں۔ قطع نظر اس کے بعض رواۃ پر بعض جرحیں بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو خود اس کی سند میں راوی کا مجہول ہونا بھی مُسَلَّم ہے۔

مثلاً ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عصمۃ الرملی القاضی الاطروش کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اس کا ذکر حافظ مزی نے سوار بن عمارہ کے شاگردوں میں کیا ہے اور حافظ ابن عساکر نے ابن الاعرابی کے استادوں میں کیا ہے مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ (نور العینین، ص ۲۵۵)

یہ آپ کا اپنا اعتراف ہے کہ یہ راوی معلوم الاحوال نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ یہاں بھی کہہ دیتے کہ یہ روایت مردود ہے کیونکہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے لیکن حضرت آپ تو اس سے ہمیشہ والی رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں اور ادھر امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف تعدیل کے بارے میں عبداللہ بن علی جس کے بارے میں خطیب نے لکھا یعرف بابن المدینی اور دو ثقہ راوی اس سے روایت کرنے والے بھی ہیں۔ (اس قول کو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تعجیل المنفعت میں اور الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار میں بلا نکیر نقل کرتے ہیں

اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ امام علی بن المدینی کے شاگردوں میں بھی شمار کرتے ہیں لیکن پھر بھی آپ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (یہ ہے آپ کا انصاف)

شاید آپ یہ کہیں کہ میں نے اس کا متابع ذکر کیا ہے۔ لیکن حضرت یہ بھی یاد رکھیں کہ متابع والی روایت میں نہ تو رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ ہی ہمیشہ کا لفظ تو وہ متابع کہاں رہا۔

متابع کی سند میں بھی آپ نے اعتراف کیا ہے کہ حصین بن وھب کے حالات مجھے نہیں ملے۔ (نور العینین، ص ۲۵۶)

اس کے حالات بھی نہیں ملے یہ پھر بھی آپ کے نزدیک قبول ہے وہ بھی ہمیشہ والی رفع یدین ثابت کرنے کے لئے مگر عبداللہ بن علی بن المدینی۔ یُعْرَفُ ہونے کے باجود۔ اس سے دو ثقہ راوی روایت کرتے ہیں اس کے باوجود دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے جرح کا ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کا قول بلانکیر بیان کریں۔

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ علی بن ظبیان کے بارے میں اس کا قول جو اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے، نقل کرتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ علی بن المدینی کے شاگردوں میں بھی اس کا ذکر کرتے ہیں مگر پھر بھی آپ کو یہ قبول نہیں کیونکہ اگر آپ یہ قبول کرلیں تو پھر آپ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو صدوق (سچا) ماننے پڑھے گا جس سے آپ کی قائم کی ہوئی ساری عمارت تباہ ہو جائے گی۔ (یہ ہے آپ کا انصاف)

تو ثابت ہو گیا کہ امام علی بن المدینی کے نزدیک امام محمد صدوق یعنی سچے ہیں۔

پھر ری نے نقل کیا ہے:

کہ ثعلب نے کہا الکسائی اور محمد بن الحسن ایک ہی دن فوت ہوئے تو (نامعلوم) لوگوں نے کہا آج لغت اور فقہ دونوں دفن ہو گئے ہیں، اس پر نمبر ۸ کا اشارہ دے کر لکھا کہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۸۴۔ اس کی سند کا ایک راوی ابو عمر الزاہد ہے۔ وہ جب ثعلب سے روایت کرے تو مجروح ہے۔ دیکھئے تاریخ بغداد و لسان المیزان، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اس سند کا شاہد موجود ہے۔

امام قاضی صیمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اخبرنا المرزبانی قال ثنا ابراھیم بن محمد بن عرفۃ النحوی قال مات محمد بن الحسن والکسائی بالری سنۃ تسع و ثمانین و مائۃ فقال الرشید دفنت الفقہ والعربیۃ بالری۔ (ابوحنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ براہیم بن محمد بن عرفۃ النحوی نے کہا کہ (امام) محمد بن الحسن اور (امام) الکسائی الری میں فوت ہوئے اور یہ ۱۸۹ھ کی بات ہے۔ تو (خلیفہ) رشید نے کہا کہ آج میں نے فقہ اور عربیت کو دفن کر دیا ہے۔

اس کی سند درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔ توثیق سند ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے راوی ہیں امام ابوعبداللہ حسین بن علی قاضی الصیمری رحمۃ اللہ علیہ۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کے ترجمہ میں کہا۔

کان احد الفقھاء المذکورین من العراقیین حسن العبارۃ جید النظر ولی قضاء المدائن فی اول امرہ ○

آگے ان کے اساتذہ اور شاگردوں کا بیان کیا اور اساتذہ میں ابو

عبیداللہ المرزبانی کو بھی شمار فرمایا۔

پھر خطیب نے کہا کتبت عنه وکان صدوقا وافر العقل جمیل المعاشرة عارفا بحقوق اهل العلم ○

کہ میں نے الصمیری سے لکھا ہے اور وہ صدوق ہے (یعنی) سچا ہے، بہت زیادہ عقل والا ہے اچھے برتاؤ والا ہے اہل علم کے حقوق کا جاننے والا ہے۔

(تاریخ بغداد، ج۸، ص ۷۸-۷۷)

ان کا ترجمہ الفوائد البھیہ، ص ۶۷ پر بھی ہے اور الجواہر المضیہ، ص ۱۴۰ پر بھی ہے۔ اس سند کا دوسرا راوی ہے (المرزبانی)

پورا نام اس طرح ہے۔ ابوعبیداللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱ پر اگرچہ اس پر جرح بھی ہے لیکن وہیں پر اس کی تردید بھی موجود ہے۔ یہ اگرچہ اہل تشیع اور صاحب اعتزال تھا مگر عتیقی نے کہا کہ حدیث کی روایت میں یہ ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۳۶)

اس کا تیسرا راوی ہے۔

ابراہیم بن محمد بن عرفۃ النحوی، تاریخ بغداد میں ہے۔

کان صدوقا وله مصنفات کثیرة تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۵۹، ترجمہ نمبر ۳۲۰۵

تو یہ سند درجہ حسن سے کم نہیں ہے تو الحمدللہ ثابت ہو گیا کہ یہ سند ثابت ہے اور ثقہ اور صدوق رواۃ پر مشتمل ہے۔

زئی صاحب کو اب تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ نامعلوم حضرات نے کہا اور نہ ہی یہ کہنا چاہیے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

پھر زئی صاحب نے نقل کیا ہے:

کہ اسے (امام) عقیلی نے (کتاب) الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہمیں احمد بن محمد بن صدقہ نے حدیث بیان کی میں نے عباس الدوری کو فرماتے سنا کہ میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے سنا کہ (محمد بن الحسن) جہمی (اور) کذاب ہے۔ اور پھر اس کی سند کو حاشیہ میں صحیح کہا۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

(تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا) بات بات پر سند کا مطالبہ کرنے والا محقق اپنی باری یہ قانون کیوں بھول جاتا ہے۔ اخبار الفقہاء والمحدثین کا انکار اس لئے کر دیا کہ اس کے ناسخ کی سند مؤلف تک نہیں۔ الجزء المفقود جس میں حدیث نور ہے اس کا انکار بھی محض اس بنا پر کیا مگر ائمہ احناف پر جرح کرتے وقت آپ نے آنکھوں پر کیوں تعصب کی پٹی باندھ لی ہے اور یہ خود ساختہ قانون ترک کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر یحییٰ بن معین سے کذاب کی جرح نقل کرنے والے یہ ہیں۔ احمد بن محمد بن صدقہ، عباس الدوری، قال سمعت ابن معین ......

زئی وہابی صاحب نے اس کی سند کو صحیح کہا اور دلیل یہ دی کہ عباس دوری کا شاگرد احمد بن محمد بن صدقہ ثقہ ہے اور حوالہ دیا تاریخ بغداد کا۔ واقعی تاریخ بغداد میں اس کو ثقہ ہی کہا گیا ہے اور یہ توثیق کرنے والے امام دارقطنی ہیں۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۱ پر اس کی تاریخ وصال لکھی ہے۔ ثلاث وتسعین ومائتین یعنی ۲۹۳ھ۔

اور امام دارقطنی کی پیدائش ہے ۳۰۶ھ میں یعنی امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، احمد

بن محمد بن صدقہ کی وفات سے بارہ سال بعد میں پیدا ہوئے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو احمد بن صدقہ کو دیکھا اور نہ ہی ان سے ملاقات کی۔ اب جبکہ ایک شخص بارہ سال بعد میں پیدا ہو رہا ہے تو ملاقات کیسے ثابت ہو سکتی ہے، اب جو دارقطنی نے احمد بن محمد بن صدقہ کی توثیق کی ہے تو یقیناً امام دارقطنی نے کسی نہ کسی سے اس کے متعلق اچھے کلمات سنے ہوں گے تبھی اس کی توثیق کی ہے۔ اگر کسی سے توثیق کے کلمات سن کر توثیق کی ہے تو وہ شخص کون ہے کیسا ہے تو یقیناً وہ مجہول ہے اور کسی مجہول کی بنا پر کسی کے حق میں توثیق بیان کرنا یہ کہاں تک مناسب ہے اور اگر یہ کہیں کہ درمیان میں کوئی مجہول نامعلوم شخص نہیں ہے تو پھر دارقطنی کی احمد بن محمد بن صدقہ کے حق توثیق کا قول قبول کرنے کے لئے۔ امام دارقطنی کی احمد بن محمد بن صدقہ سے ملاقات ثابت کریں اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ بارہ سال تو پیدائش میں وقفہ ہے اور امام دارقطنی نے پیدا ہوتے ہی تو علم حاصل کرنا شروع نہیں کر دیا تھا۔ تو یقیناً کم سے کم عمر بھی لگائیں تو کوئی آٹھ دس سال تو ہوگی۔ اب بارہ میں آٹھ کو جمع کر لو تو یہ بیس سال کا فرق بنتا ہے۔

امام دارقطنی اور احمد بن محمد بن صدقہ کے درمیان تقریباً بیس سال کا لمبا فاصلہ ہے بے سند قول آپ نے کیسے قبول کر لیا ہے۔ آپ کا بات، بات پر سند کا مطالبہ کرنا اور ائمہ احناف رحمہم اللہ پر جرح کرتے وقت اپنے اس خودساختہ قانون کو بھلا دینا یہ آپ کی بے انصافی اور تعصب کی بہت بڑی مثال ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جرح کرنے میں متشدد و متعنت ہیں، آپ کے محدث مبارک پوری صاحب نے ابکار المنن میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ اب اس کی مثالیں ذکر کرتا ہوں کہ یحیی بن معین جرح کرنے میں حد سے بڑھنے

واسطے ہیں۔

(۱) احمد بن صالح مصری ایک ثقہ ثبت اور بخاری شریف کے راوی ہیں۔ لیکن یحییٰ بن معین نے اس راوی کو بھی کذاب کہا ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال، ص۱۰۴)

میزان الاعتدال کے الفاظ یہ ہیں (ورماہ یحییٰ بن معین بالکذب) وقال معاویہ بن صالح عن ابن معین۔ احمد بن صالح کذاب ......

زئی صاحب کیا آپ یحییٰ بن معین کی جرح کی بنا پر بخاری شریف کی ان تمام روایات سے دستبردار ہونے کو تیار ہیں جس کی سندوں میں احمد بن صالح ہے۔ ہمارے نزدیک تو بخاری شریف کی تمام روایات الحمدللہ صحیح ہیں۔ تو اگر یحییٰ بن معین بخاری کے راوی کو کذاب کہے تو آپ نہیں مانتے اگر ائمہ احناف میں سے امام محمد کو کہیں تو آپ مان جاتے ہیں یہ دوغلہ پالیسی کیسی ہے آپ کی؟

(۲) احمد بن عیسیٰ المصری التستری ایک راوی ہے، جو کہ صحاح ستہ کا راوی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے، وعنہ البخاری و مسلم والنسائی وابن ماجہ والبغوی وھو موثق کہ یہ بخاری مسلم .... کا راوی ہے اور ثقہ ہے۔ الا ان ابا داود روی عن یحییٰ بن معین انہ حلف باللہ انہ کذاب○ (میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۲۵)

مگر امام ابو داود نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے کہ یحییٰ بن معین نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ راوی کذاب ہے۔

دیکھئے زئی صاحب یحییٰ بن معین بخاری شریف کے راوی کو قسم اٹھا کر کذاب سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کو ابن معین کی قسم پر بھی اعتبار نہیں ہے مگر

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یحییٰ بن معین کی جرح کو آپ کیوں قبول کرتے ہیں؟

(۳) احمد بن محمد بن ایوب ابو جعفر الوراق صاحب المغازی ایک راوی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کو صدوق کہا اور امام احمد اور جناب علی (بن المدینی) نے اس کی تعریف کی ہے۔ میزان ہی میں ہے کہ ابراہیم بن الجنید نے ابن معین سے روایت کی ہے۔ قال ھو کذاب۔ (میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۳۳)

یعنی یحییٰ بن معین نے کہا یہ راوی کذاب ہے۔ اگر صرف میزان سے ہی ایسے لکھوں تو ایک لمبی قطار لگ جائے گی۔ دوسری کتب رجال الگ ہیں۔ یہ کیسی عجیب اور ناانصافی کی بات ہے کہ یحییٰ بن معین بخاری مسلم کے راوی کو کذاب کہے تو قبول نہیں اور اگر ائمہ احناف پر جرح کرے تو قبول ہے۔ اگر قبول کرنا ہے تو دونوں کو کرو اگر رد کرنا ہے تو پھر دونوں جرحوں کو کرو۔

یہ بھی دیکھو ذرا:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً مُسَلَّمْ امام ہیں۔ حدیث فقہ تفسیر دیگر علوم اسلامیہ میں آپ مجتہد ہیں، آپ کی صداقت ثقاہت اور جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے اور مسلم ہے۔ لیکن امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جرح کرنے میں اتنے متشدد ہیں کہ امام شافعی جیسی شخصیت پر بھی جرح کر دی علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں کہ: قوله في الشافعي انه ليس بثقة۔

بعد چند سطور لکھتے ہیں کہ: وقد صح عن ابن معين من طرق انه كان يتكلم في الشافعي۔ (جامع بیان العلم، ج۲، ص۱۶۰)

یعنی ابن معین نے کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ نہیں ہیں اور ابن عبدالبر نے کہا کہ ابن معین سے کئی سندوں سے ثابت ہے کہ انہوں نے یعنی ابن معین نے امام شافعی پر کلام کیا ہے یعنی جرح کی ہے۔

جس طرح بخاری کے بعض رواۃ پر ابن معین کی کذاب ہونے کی جرح مردود ہے اور جس طرح امام شافعی رضی اللہ عنہ پر امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کی جرح مردود ہے۔ اسی طرح امام شافعی کے شیخ اور امام ربانی امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ابن معین کی جرح مردود ہے۔ اگر قبول ہوں گی تو دونوں ہوں گی اور رد بھی ہوں گی تو دونوں۔ ہمارے نزدیک تو ابن معین کی جرح کذاب ہونے کی نہ بخاری کے راویوں پر درست ہے نہ ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر۔

یہ بھی تو یاد رکھو صاحب:

حضرت سیدنا امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان پر امت کا اتفاق ہے جرح کرنے والوں نے تو آپ کو بھی معاف نہیں کیا۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی یقیناً حدیث و علل و نقدِ رجال کے امام ہیں لیکن ان میں بھی تشدد تھا جس کی وجہ سے انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو متروک تک کہہ دیا۔ ان کی کتاب الجرح والتعدیل میں، ترجمہ نمبر۱۰۸۶ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ سمع منه ابي و ابوزرعة ثم تركا حديثه .... امام بخاری سے میرے باپ ابو حاتم اور ابو زرعہ نے بھی سماع کیا ہے پھر دونوں نے امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا۔

(الجرح والتعدیل، ج۷، ص۱۹۱)

اب امام ابو حاتم رازی اور امام ابو زرعہ کی جلالتِ شان میں بھی کسی کو شک

نہیں ہے اور ان کے نقد و رجال میں ماہر کامل ہونے میں بھی کسی کو شک نہیں ہے۔ ان دونوں حضرات نے ایک اسلام کی مُسَلَّمہ شخصیت کو متروک الحدیث تک بنا دیا۔

جس طرح ابو حاتم اور ابو زرعہ کی امام بخاری پر جرح مردود ہے اسی طرح یحییٰ بن معین کی امام محمد پر جرح بھی مردود ہے۔ (فافهم ولا تكن من المتعصبين)

آخر کہاں تک ایسی مثالیں بیان کریں۔ سمجھنے کے لئے تو چند ہی کافی ہوتی ہیں لیکن جہاں پر تعصب کی کاروائی ہو وہاں پر کیسے سمجھ آ جا سکتی ہے۔

یحییٰ بن معین کی امام محمد پر جرح خود ان کے اپنے عمل کے خلاف ہے:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتاب جامع صغیر لکھی ہے جس کی سند کو زئی وہابی صاحب صحیح مان چکے ہیں۔ اگر یحییٰ بن معین، امام محمد کو کذاب سمجھتے تو ان سے جامع صغیر کیوں لکھتے، یقیناً آپ نے امام محمد سے جامع صغیر تبھی لکھی ہے جب آپ کو صدوق یعنی سچا سمجھا ہے یہ جرح ان کے اپنے عمل سے متارض ہونے کی وجہ سے بھی ساقط الاعتبار ہے۔ یہ نہ کہنا کہ آپ کے حق میں انہوں نے لیس بشئ بھی کہا ہے کیونکہ اس کا صحیح مطلب و مفہوم گذشتہ اوراق میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے کہ ابن معین جب کسی کو لیس بشئ کہیں تو راوی کا مجروح ہونا مراد نہیں ہوتا بلکہ راوی کا صرف قلیل الروایت ہونا مراد ہوتا ہے جو کہ ثقہ ہونے کے منافی نہیں ہے۔

خلاصہ:

اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جرح کرنے میں متشدد ہیں اور ثقہ صدوق راویوں کو بھی کذاب کہہ دیتے

ہیں اور متشدد کی جرح قبول نہیں۔ پس واضح ہو گیا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام ابن معین کی کذاب ہونے کی جرح مردود و باطل ہے۔

پھر زئی نے اپنے رسالہ:

صفحہ نمبر ۱۷ پر بطریق اسد بن عمرو، یحییٰ بن معین سے امام محمد کا کذاب ہونا بیان کیا اور دو نمبر ۲ کا نشان دیکر، خود اعتراف کیا کہ اس کی سند میں فتح بن نعیم البلخی اور محمد بن نعیم البلخی نامعلوم ہیں لہٰذا یہ سند مردود ہے۔

پھر نقل کیا کہ منصور بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن حسن کو کہتے سنا کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ ہمارا کلام نہیں دیکھتا (یعنی ہماری کتابیں ہمارا فقہ نہیں پڑھتا)۔

اس سند کو بھی زئی نے خود ہی مردود کہہ دیا ہے۔ الحمد للہ۔

پھر نقل کیا ہے کہ: عقیلی نے ہی امام عبدالرحمٰن بن مھدی سے نقل کیا انہوں نے فرمایا میں اس محمد بن الحسن کے پاس گیا تو اس کے پاس کتاب دیکھی میں نے دیکھا کہ اسے حدیث میں غلطی لگی ہے اور وہ اس غلطی پر قیاس کر رہا ہے تو میں نے اسے اس کی غلطی بتائی پس اس نے رجوع کیا اور قینچی کے ساتھ اپنی کتاب سے کئی اوراق کاٹ ڈالے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہوا۔

اس پر نمبر ۴ کا نشان دے کر زئی صاحب کہتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

جناب زئی صاحب اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ حق بات کو قبول کرنے میں جلدی کرتے تھے اور امام عبدالرحمٰن بن مھدی جیسے محدث کے قدر دان تھے، اس سے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کا پہلو نکلتا ہے جس کو سمجھنے سے آپ قاصر ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسائل کی بنیاد

احادیث پر رکھتے تھے، باقی رہا کسی روایت میں وہم ہونا۔ یہ بتاؤ کہ وہم سے کون سا محدث خالی ہے۔ آپ اس کا انکار کریں انشاء اللہ تعالیٰ کتب حدیث سے اس کی بھی ایک لمبی قطار لگا دوں گا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ اس کا انکار نہیں کریں گے۔ (بصورتِ دیگر، طریق دیگر پر عمل ہوگا)

زئی صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ:

لسان المیزان کے اس طویل بیان کے بعد دیگر معلومات پیش خدمت ہیں:

امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کچھ چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ بحوالہ الکامل (ابن عدی) زئی نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

امام احمد نے مزید فرمایا، لا اروی عنه شیئاء۔

میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا۔ کتاب العلل و معرفۃ الرجال الامام احمد، ج ۲، ص ۲۵۸۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

کامل ابن عدی کے حوالہ سے جس سند کو صحیح کیا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں۔ اس کی سند اس طرح ہے، علی بن احمد بن سلیمان، ثنا ابن ابی مریم سالت احمد.......... علی بن احمد بن سلیمان کے حالات مجھے نہیں ملے۔

دوسرا راوی ابن ابی مریم۔ سنن الدار قطنی، ج ۳، ص ۵ پر امام دار قطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا جو دوسرا فرمان ہے کہ میں اس سے روایت نہیں کرتا۔ یہ ہرگز جرح نہیں ہے۔ یہ قاعدہ کون سی کتاب میں ہے کہ جس راوی سے امام احمد

ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت نہ کریں وہ ضعیف ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے بعض اوقات ایک محدث دوسرے سے روایت نہیں کرتا یا کرنے کے بعد اس کی روایت کو ترک کر دیتا ہے جیسے امام ابو حاتم اور امام ابوزرعہ کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے کے بعد آپ کی روایت کو ترک کر دینا ہے۔ بر سبیل تنزل اگر یہ مان لیا جائے تو اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ پھر امام احمد جس سے روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہوتا ہے۔

تو اگر آپ اس کو ثقہ مانتے ہیں تو پھر محمد بن جابر کی کتنی ہی روایات امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں بیان کی ہیں تو پھر محمد بن جابر کو بھی ثقہ مان لو۔

مسند احمد، ج ۳، ص ۴۵۸-۴۵۹ پر محمد بن جابر کی روایت سے سات حدیثیں نقل کی ہیں۔ اگر تلاش کی جائے تو امید ہے کہ شاید اور بھی مل جائیں اور آپ ہرگز محمد بن جابر کو ثقہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو جب یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں ہے۔

بر سبیل تنزل اگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو ثابت مان بھی لیا جائے تو، اس کے بعد امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں کے متعلق جرح سے رجوع ثابت ہے۔

دیکھئے، امام سلیمان بن عبدالقوی الطوفی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح مختصر الروضہ فی اصول الحنابلہ، شرح مختصر الروضہ، ج ۳، ص ۲۹۰۔ بحوالہ حاشیہ کتاب الضعفاء عقیلی، ج ۱، ص ۲۴۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں۔

کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به○

معاصرین کے ایک دوسرے پر طعن کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

پھر زئی صاحب نے تنبیہ کے نام سے:

بیان کیا کہ تاریخ بغداد کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے باریک مسائل محمد بن حسن کی کتابوں سے لیے ہیں۔

(بحوالہ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۷)

اس روایت کے راوی ابوبکر القراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے اور دوسرے یہ کہ اس کا تعلق روایت حدیث سے نہیں ہے۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

اگر اس کا تعلق روایتِ حدیث سے نہیں تو کم از کم اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے تھے۔

اور آپ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے جن سے یہ ظاہر ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے مستفیض تھے، باقی رہا کہ ابوبکر قراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تاریخ دمشق میں حرف میم کے تحت فرماتے ہیں۔ محمد بن بِشر بن موسی بن مروان ابوبکر القراطیسی، اصله من انطاکیة وسکن دمشق و حدث بھاو ببغداد۔ عن الحسن بن عرفه و محمد بن شعبه و بحر بن نصر، وابو محمد الربیع بن سلیمان المرادی والحسن الزعفرانی۔ یہ اس کے استاذ ہیں، پھر آپ کے شاگردوں کا ذکر کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ روی عنہ، اس سے روایت کی ہے، ابوالحسن الدارقطنی اور محمد بن جعفر بن عباس النجار نے اور عبدالوہاب بن الحسن الکلابی اور ابوحفص عمر بن علی بن الحسن العتکی الخطیب نے اور ابو ہاشم عبدالجبار بن عبدالصمد السلمی اور ابوالحسن

الجراحی اور ابوالفتح القواس اور ابوعلی محمد بن القاسم بن معروف نے اور سنا اس سے بغداد میں۔ تاریخ ابن عساکر ترجمہ نمبر ۶۱۳۲۔

یعنی اس سے آٹھ راوی روایت کرتے ہیں جن میں امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فتح المغیث میں فرماتے ہیں۔

وقال الدارقطنی من روی عنه ثقتان فقدار تفعت جهالته وثبتت عدالته۔ (فتح المغیث، ص ۱۳۷)

یعنی امام دارقطنی نے فرمایا کہ جس راوی سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔

جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس راوی سے تو آٹھ محدثین روایت کرنے والے ہیں جن میں خود امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اس راوی کی جہالت ختم اور عدالت ثابت شدہ ہے، تو پھر اس کی روایت بھی قبول ہے، لہٰذا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے فیض یاب ہونا ثابت ہو گیا۔

زئی وہابی نے لکھا ہے کہ امام عقیلی نے محمد بن الحسن کو اپنی کتاب الضعفاء الکبیر میں ذکر کیا ہے اور کسی قسم کی توثیق نہیں کی۔

راقم الحروف کا تبصرہ:

یہ اصول کی کس کتاب میں درج ہے کہ جس کی توثیق عقیلی سے ثابت نہ ہو وہ ثقہ نہیں ہو سکتا تو پھر عقیلی نے اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق بیان نہیں کی کیا ہوا اوروں نے جو کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آئندہ اوراق میں ہوگی۔

اگر امام عقیلی کے کتاب الضعفآء کبیر میں ذکر کرنے یا جرح کرنے سے راوی مجروح ہو جاتا ہے تو پھر سر دست اس کا جواب دیجئے۔

بخاری شریف کا ایک راوی عبدالاعلی بن عبدالاعلی ہے۔ امام عقیلی نے کتاب الضعفآء کبیر کے ج ۳، ص ۵۸ پر اس کا ذکر بھی کیا اور جرح بھی کی ہے۔ آپ بتائیں کہ عقیلی کے ضعفآء میں شمار کرنے سے بخاری شریف کے اس راوی کو آپ ضعیف مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں کیونکہ اس کو آپ کے امام عقیلی نے ضعفآء میں شمار کیا ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی آپ اس کو اس لئے ثقہ مانتے ہیں کہ اوروں سے اس کی توثیق ثابت ہے تو پھر امام محمد پر بھی اس کی جرح قبول نہیں کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل بھی اوروں سے ثابت ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اوراق میں اس کی تفصیل آئے گی۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ونقد رجال کے مُسَلَّمْ امام ہیں اور یقیناً ثقہ ثبت ہیں لیکن آپ کے اس امام عقیلی نے امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کتاب الضعفآء الکبیر، ج ۳، ص ۲۳۵ پر درج کیا ہے اور اس پر جرح بھی کی ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا عقیلی کی جرح علی بن المدینی پر آپ کو قبول ہے یا کہ نہیں اگر آپ کو عقیلی کی جرح امام علی بن المدینی پر قبول نہیں تو پھر ہمیں بھی امام عقیلی کی جرح امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر منظور نہیں یہ دو مثالیں پیش کی ہیں ورنہ عقیلی نے تو صحاح ستہ کے بہت سے رواۃ کو کتاب الضعفآء میں شمار کیا ہے۔

پھر زئی وہابی صاحب نے لکھا ہے:

کہ حافظ ابن حبان نے کہا محمد بن الحسن الشیبانی صاحب الرائے اور مرجئ تھا اور اس کی طرف دعوت دیتا تھا اس نے سب سے پہلے اہل مدینہ پر رد کیا

اور اپنے ساتھی یعنی نعمان کی حمایت کی وہ عقل مند تھا حدیث میں کچھ چیز بھی نہیں جانتا تھا وہ ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرتا تھا اور ان میں سے اسے وہم ہوتا تھا جب یہ اوہام زیادہ ہو گئے تو کثرتِ خطا کی وجہ سے وہ متروک قرار دیئے جانے کا مستحق ہو گیا اور وہ اس ارجاء کا بڑا داعی تھا۔ (کتاب المجروحین، ج ۲، ص ۲۷۵-۲۷۶)

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ اور اس کا جواب:

پہلی یہ بات کہ امام محمد بن حسن مرجی تھے یہ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ اس پر امام ائمہ احناف کی کتب ہی گواہی کے لئے کافی ہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حدیث وفقہ میں ثقہ صدوق ثبت حجت ہیں اور حدیث کے مُسَلَّمْ اماموں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں کے عقائد کے مطابق ایک کتاب لکھی ہے عقیدہ طحاویہ ان تمام خرافات کے رد کے لئے یہی ایک کتاب کافی ہے۔

اس میں دوسری بات یہ ہے کہ امام محمد بن حسین شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اہل مدینہ کا رد کیا ہے۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اگر تو وہ دلائل پر مبنی ہے تو کچھ بُری بات نہیں ہے اس کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل کتاب ہے بنام کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ، آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث وآثار کی روشنی میں ہی ان سے اختلاف کیا ہے۔ تو یہ تو کوئی عیب کی بات نہ ہوئی۔

پھر اس میں مذکور ہے کہ امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ عقل مند تھے اور حدیث میں کچھ چیز نہیں جانتا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو عقل مند تو مان لیا، جب

عقل مند مان لیا ہے تو پھر عقل مند ہمیشہ اچھی چیزوں کو ہی منتخب کرتے ہیں سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ باقی ابن حبان کا یہ کہنا کہ وہ کچھ چیز نہیں جانتا حدیث میں یہ بات بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف ہے اس کے رد کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ہی کافی ہیں۔ پھر ابن حبان کا وہم کی وجہ سے اور اس میں کثرت ہونے کی وجہ سے آپ کو متروک قرار دینا یہ بھی غلط ہے۔ ابن حبان کو چاہیے تھا کہ وہ اس پر دلیل لاتا کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی احادیث میں وہم ہوا ہے اور اس میں کثرت کو ثابت کرتا تو بات کسی حد تک معقول تھی مگر ابن حبان اس سے عاجز رہا اور دلیل نہ لا سکا، تو اس بے دلیل بات کو آپ نے کیسے مان لیا ہے۔

دیکھئے ابن حبان نے ایک راوی افلح بن سعید المدنی پر جرح کی ہے جو کہ صدوق اور ثقہ ہے اس کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں کہ ثقات سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور اس کے ساتھ دلیل پکڑنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی اس سے روایت کرنا حلال ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابن حبان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ ابن حبان ثقہ راوی کو بھی عیب لگا دیتا ہے اور وہ ابن حبان نہیں جانتا کہ اس کے سر سے کیا نکل رہا ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۷۴۔

ایک راوی ابراہیم بن خالد ابو ثور الکلبی ہے جس کو میزان میں ثقہ کہا گیا ہے اس کے بعد امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

واما ابو حاتم فتعنت وقال یتکلم بالرای فیخطی ویصیب ولیس محله محل المسمعین فی الحدیث فهذا غلو من ابی حاتم سامحه الله

(میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۹)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابو حاتم کی طرف سے اس پر جرح نقل کرنے کے بعد

فرماتے ہیں یہ ابو حاتم کی طرف سے غلو ہے۔

تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ثقہ صدوق راویوں کو بھی مجروح قرار دے دیتے ہیں جیسا سلوک انہوں نے دیگر ثقہ رواۃ کے ساتھ کیا وہی سلوک اس نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کیا ہے جب دوسرے ثقہ راویوں کو ابن حبان مجروح کہے تو ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کا رد بھی کرتے ہیں اور ان راویوں کی توثیق بھی کرتے ہیں۔

تو پھر ابن حبان جو کہ جرح کرنے میں غالی بھی ہے اور ثقہ راویوں کو مجروح بھی قرار دے دیتا ہے تو پھر امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی اس کی جرح مردود ہے۔ خاص طور پر جب کہ ابن حبان نے جو ترک کے بہانے بیان کیے ہیں اس پر ابن حبان ایک بھی دلیل پیش نہیں کر سکا۔

دیکھئے میزان الاعتدال میں مذکور ہے کہ احمد بن سلیمان ابوبکر العبادانی کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ خطیب سے ناقل ہیں کہ:

قال الخطیب رایت اصحابنا یغمزونه بلاحجة فاحادیثه کلها مستقیمه سوی حدیث واحد۔ (میزنا الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰۲)

خطیب نے کہا کہ میں نے اپنے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ اس راوی پر طعن کرتے تھے اور وہ طعن بلا دلیل ہے۔ اس لئے اس کی تمام احادیث مستقیم ہیں سوائے ایک حدیث کے۔ دیکھئے، خطیب اور ذہبی نے اس جرح کو کیوں رد کر دیا ہے اس لئے کہ یہ جرح بے دلیل ہے، ابن حبان کی امام محمد پر جرح بھی بے دلیل ہے لہٰذا مردود ہے۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

کہ جوز جانی (ناصبی صدوق) نے کہا:

اسد بن عمرو وابو یوسف و محمد بن الحسن واللولوی قد فرغ الله منهم۔ (احوال الرجال، ص۷۶-۷۷)

وہابی زئی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ اگر وہ اس کا ترجمہ کرتا پھر دیکھئے کہ وہ (قد فرغ الله منهم) سے کیا مراد لیتا ہے اور اس سے کیا مفہوم کشید کرتا ہے۔

پھر یہ گزارش ہے کہ یہ جملہ کون سی جرح میں شامل ہے جو چیزیں راوی میں سبب طعن ہیں کیا اس میں یہ جملہ بھی ہے اگر ہے تو ثابت کیا جائے اگر نہیں تو پھر اس کو جرح میں پیش کرنے کا کیا مقصد ہے۔

پھر یہ عبارت بھی مبتور معلوم ہوتی ہے، (احوال الرجال) میرے پاس موجود نہیں ہے اگر اصل کتاب ہوتی تو اس پر بھی مفصل جواب تحریر کرتا۔

پھر وہابی زئی صاحب نے لکھا ہے:

کہ ابن شاہین نے اسے اپنی کتاب تاریخ اسماء الضعفآء والکذابین اور .... میں ذکر کیا ہے۔

صرف ضعفآء میں ذکر کرنے سے راوی مجروح نہیں ہوتا اگر ہوتا تو پھر عقیلی کی ضعفآء کبیر کے حوالہ سے یہ احقر العباد اس کی مثالیں بیان کر چکا ہے کہ امام عقیلی نے عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ جو کہ بخاری شریف کا راوی ہے اس کو ضعفآء میں شمار کیا ہے، تو کیا اس سے آپ بخاری کے اس راوی کو ضعیف سمجھنے کے لئے تیار ہیں۔

پھر دوسری مثال اس احقر نے امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہے۔ اس امام کو بھی عقیلی نے ضعفآء میں شمار کیا ہے۔ تو کیا اس سے امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف سمجھے جائیں گے؟

بس اسی طرح ابن شاہین کا امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو ضعفآء میں شمار کرنا ان کو ضعیف نہیں بنادے گا جب کہ ان کی جلالت شان مُسَلَّم ہے۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

کہ خلاصۃ التحقیق محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کو درج محدثین کرام نے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے۔ (۱) یحییٰ بن معین (۲) احمد بن حنبل (۳) النسائی (۴) ابوزرعہ رازی (۵) عمرو بن علی الفلاس (۶) ابن حبان (۷) العقیلی (۸) جوزجانی (۹) ابن شاہین رحمہم اللہ اجمعین۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ اور بطریق مفصل ان تمام کی عبارتوں پر گفتگو ہو چکی ہے اور ان بزرگوں کی طرف منسوب کلمات کے جوابات اور مکمل تشریح ہو چکی ہے، جس سے واضح ہو چکا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر سب جرحیں باطل اور مردود ہیں۔ لہٰذا ناقابلِ اعتبار ہیں زئی کا ان کو امام محمد کے جارحین میں شمار کرنا بالکل غلط ہے۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

کہ امام ابن المدینی امام شافعی اور دیگر علماء سے مروی ایک ایسی روایت بھی ثابت نہیں ہے جس میں محمد بن الحسن کو ثقہ یا صدوق لکھا گیا ہو امام دارقطنی اور امام ذہبی کے اقوال جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

زئی کی یہ بات بھی بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ امام علی بن المدینی نے امام محمد کو صدوق کہا ہے۔ تاریخ بغداد اس پر جوزئی نے اعتراض کیا ہے گذشتہ اوراق میں دلائل صحیحہ کے ساتھ مفصل اس اعتراض کا جواب ہو چکا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: واما الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فاحتج بمحمد بن الحسن فی الحدیث۔

(مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۹)

اور امام شافعی نے (امام) محمد بن الحسن کے ساتھ حدیث میں دلیل پکڑی ہے۔

ظاہر ہے جو محدث کسی کے ساتھ دلیل پکڑتا ہے یقیناً وہ اسے ثقہ صدوق ہی سمجھتا ہے، اگر وہ اسے ثقہ صدوق نہ سمجھتے تو ہرگز امام محمد بن الحسن کے ساتھ دلیل نہ پکڑتے، لہٰذا یہ بھی زئی صاحب کا جھوٹ ہوا۔

امام دارقطنی کو امام جرح وتعدیل جاننے والا، امام ذہبی کو رجال میں استقراء تام کا قائل زئی اب ان اماموں سے کیوں منہ پھیر گیا ہے، اب ان سے ناراض کیوں ہو گیا ہے اور ان کے اقوال کو مردود تک کہہ گیا ہے اس لئے کہ ان بزرگوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے چند کلمات تعریف کہہ دیئے ہیں جس کی زئی صاحب کو بڑی تکلیف ہے اس تکلیف سے دوچار ہو کر بیچارا زئی۔ امام ذہبی اور امام دارقطنی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ اسے کہتے ہیں تعصب اور غالی پن اور بغض و عناد سے بھرا ہوا ہونا۔ باقی جمہور کا نام لے کر یہ سب کچھ کہا ہے۔ کون سے جمہور جن کو زئی نے جمہور کہا ہے ان تمام کی جرحیں باطل ثابت ہو چکی ہیں۔ تو پھر یہ بہانہ بھی خاک میں مل گیا۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

تنبیہ: نصب الرایہ للذیعی میں امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے ایک قول کانٹ چھانٹ کر نقل کیا گیا ہے جب تک اصل کتاب غرائب مالک یا اس سے منقول پوری عبارت نہ دیکھی جائے اس مبتور (آدھ کٹے) قول سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ زاہد الکوثری صاحب وغیرہ اس مبتور ومقطوع قول پر بغلیں بجا بجا کر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں مثلاً دیکھئے تانیب الخطیب، ص ۱۷۸-۱۸۰۔ حالانکہ اگر یہ قول اسی طرح من وعن غرائب مالک میں دستیاب بھی ہو جائے تو امام ابن معین وامام احمد وغیرھما کی جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

مذکورہ عبارت میں زئی وہابی نے امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ امام زیلعی نے یہ آدھی کٹی ہوئی عبارت پیش کی ہے۔ پھر زئی کہتا ہے کہ اگر یہ عبارت من وعن اسی طرح غرائب مالک میں مل بھی جائے تو پھر بھی مردود ہے۔

یہ ہے آپ کی بدنیتی حضرت جب آپ نے پختہ ارادہ ہی کر لیا ہے کہ امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے اگر کسی امام کی توثیق بھی ملے گی تو میں اس کو رد ہی کروں گا تو حضرت پھر آپ کو کون منوا سکتا ہے، آپ کی یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ آپ کوئی منصف مزاج عادل شخص نہیں بلکہ ضدی اور حق سے منحرف ہونے والے ہیں اور آپ بغضِ احناف میں بھرپور ہیں۔ حضرت یہ تو بیان فرمائیں کہ یہ قاعدہ کس محدث نے بیان کیا ہے کہ امام احمد اور ابن معین کے تقابل میں امام دار قطنی کی بات مردود ہوگی۔ (فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین)۔

پھر گذشتہ صفحات میں امام ابن معین اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کے مکمل شافی وافی مدلل جوابات ہو چکے ہیں، لہٰذا امام دارقطنی کا قول معتبر ہے اور لائق استناد ہے۔

پھر آپ نے جو امام زیلعی پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے آدھی عبارت نقل کی ہے، شاید آپ امام زیلعی کو نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں اور کس حیثیت کے ہیں۔ آپ کے محدث نواب صدیق حسن خاں صاحب اتحاف النبلاء، ص ۳۶۔ میں امام زیلعی کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں وھو کثیر الانصاف۔ کہ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ انصاف کرنے والے ہیں۔ آپ کے محدث شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود شرح ابوداؤد میں امام زیلعی کو لکھتے ہیں۔ وھو من اھل الانصاف۔ کہ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اہل انصاف سے ہے۔

امام ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ ذیل طبقات الحفاظ للذھبی میں فرماتے ہیں۔

الزیلعی، عبداللہ بن یوسف بن محمد بن ایوب بن موسی الحنفی الفقیه الامام الحافظ۔ ذیل طبقات الحفاظ للذھبی۔

مولف امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ج ۵، ص ۸۸)

امام ابوالفضل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زیلعی کو فقیہ امام حافظ قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذیل طبقات الحفاظ للذھبی کے ج ۵، ص ۲۳۹ پر امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کو۔

امام، فاضل، محدث، مفید کے القابات سے ملقب کرتے ہیں۔ تو حضرت آپ کی آنکھوں پر تو تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا۔

زئی صاحب جس عبارت کو آپ نے متبور کہا ہے اس کا ناقل کوئی اناڑی نہیں بلکہ حدیث کا امام اور نقد و رجال پر مہارت تامہ رکھنے والے نے وہ عبارت نقل کی ہے اور وہ عبارت اپنے مدلول میں بالکل صریح اور واضح ہے۔ اس میں کسی طرح کا بھی کوئی ابہام نہیں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے امام یحییٰ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے جو رفع یدین کی روایت بیان کی ہے اس میں رکوع جاتے وقت کا رفع یدین منقول نہیں ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اس رفع یدین کو یعنی رکوع جاتے وقت رفع یدین کو بطریق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ثابت کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ثقات حفاظ کی ایک پوری جماعت نے رکوع جاتے وقت رفع یدین امام مالک سے روایت کیا ہے اور ان ثقات حفاظ میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ تو بات تو بالکل واضح ہے کہ یہ عبارت متبور نہیں بالکل اپنے مطلب کو ظاہر کرنے میں مکمل ہے۔ باقی نہ ماننے کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت عطا کردے۔

پھر زئی وہابی نے لکھا ہے:

تنبیہ بلیغ، حافظ ذہبی نے گیارہ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ترجمہ امام محمد بن الحسن الشیبانی لکھا ہے جس میں شیبانی مذکور کی توثیق پر ایک صحیح یا حسن روایت بھی موجود نہیں اسی طرح کوثری صاحب کا رسالہ محمد بن حسن شیبانی مطبوعہ آخر تانیب الخطیب، ص ۱۸۰-۱۸۶ بھی شیبانی مذکور کی صریح و ثابت توثیق سے خالی ہے بعد والے شیبانی کا دفاع کرنے والے سب لوگ انہی دونوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ نے ذہبی کے رسالہ کا انکار نہیں کر دیا، آپ نے مان لیا ہے کہ یہ رسالہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے۔ باقی رہا کہ آپ کو اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل نظر نہیں آئی تو حضرت جب آپ نے آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھی ہوئی ہے تو پھر آپ کو کیسے نظر آئے اس رسالہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل پر اتنے الفاظ ہیں کہ جن کے بعد کسی منصف مزاج آدمی کے لئے انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے امام ہیں جن کی امامت فی الدین مسلم ہے اور آپ جلیل القدر ائمہ کے شاگرد اور جلیل القدر ائمہ کے استاد ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ سے چند اقتباسات بھی پیش کر دیئے جائیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ترجمہ شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هذه ترجمة الامام محمد بن الحسن الشيباني۔

(مناقب الامام وصاحبیہ، ص۵۰)

یہ ترجمہ امام محمد بن حسن شیبانی کا ہے۔

اس پر راقم کا کچھ تبصرہ:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حسن شیبانی کا ذکر کرتے ہوئے لفظ امام کے ساتھ موصوف کرتے ہیں۔ محدثین اور خصوصاً نقد و رجال کے آئمہ کا کسی کو وصفِ امام کے ساتھ موصوف کرنا یہ ان کی طرف سے بہت بڑی تعدیل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد نقد و رجال کے ماہر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ مراتب تعدیل بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ، سبق، حجۃ، ثقۃ، متقن، امام، یہ تعدیل میں سے ہیں۔۔ (فتح المغیث، ج۱، ص۳۹۵، مطبوعہ بیروت لبنان)

پھر امام ذہبی فرماتے ہیں:

سمع ایضاً، محمد بن حسن نے ان حضرات سے بھی سماع کیا ہے، مسعر بن كدام، مالك بن مغول، عمر بن ذر الهدانی، سفيان الثوری، والاوزاعی، و مالك بن انس ولازم مالكامدة، وانتهت اليه رياسة الفقه بالعراق بعد ابی يوسف و تفقه به ائمة وصنف التصانيف و كان من اذكياء العالم۔

(مناقب الامام وصاحبیہ، ص۵۰)

امام محمد کے اساتذہ میں امام ذہبی نے امام مالک کو خصوصی طور پر ذکر کیا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی نے امام مالک سے صرف سماع ہی نہیں کیا بلکہ ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو امام مالک کی خدمت میں امام محمد بن حسن کا رہنا ایک مدت تک بیان کیا ہے لیکن حضرت آپ تو امام محمد کے موطا شریف کو جعلی کہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں شرماتے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے آخر میں موطا امام محمد اور آپ کی دیگر کتب پر بھی مفصل بحث ہوگی۔

پھر امام ذہبی نے اس میں ایک خاص اشارہ دیا ہے جس کو آپ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ذہبی کا فرمان: تفقه به ائمة وصنف التصانيف و كان من اذكياء العالم۔ کہ (بہت) سے اماموں نے محمد بن حسن سے (دین) کی فقہ حاصل کی ہے اور آپنے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں (جن کے آپ منکر ہیں زئی صاحب) اور محمد بن حسن جہان کے اہل ذکاوت میں سے ہیں۔

امام ذہبی تو گواہی دیتے ہیں اور بالجزم لکھتے ہیں کہ آپ نے بہت سی

کتب تصنیف کی ہیں لیکن آپ نے تو امام محمد کی کتابوں کا ہی انکار کر دیا ہے۔

پھر امام ذہبی نے آپ کو اذکیاء عالم سے بیان کیا ہے، کسی امام حدیث و فقہ کے لئے ذکی ہونا بھی ضروری ہوتا ہے، اگر وہ ذکی نہیں ہوگا تو حدیث وفقہ کو سمجھ نہیں پائے گا اگر یہ تعریفی کلمات نہیں ہیں تو پھر اس کا جو الٹ ہے غبی کیا وہ آپ اپنے لئے پسند فرمائیں گے، کیا ہمیں اس بات کی اجازت دیں گے کہ ہم یہ کہیں کہ زئی صاحب ذکی نہیں ہیں بلکہ غبی ہیں۔ (فافهم و تدبر)

پھر امام ذہبی فرماتے ہیں:

روی عنه الشافعي، وابو عبيد القاسم بن سلام وهشام بن عبيد الله الرازي، وعلي بن مسلم الطوسي، وعمر بن ابي عمرو، ويحيى بن معين و محمد بن سماعة، ويحيىٰ بن صالح الوحاظي و آخرون.

(مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۰)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن زئی صاحب آپ تو امام شافعی کی امام محمد کی شاگردی کے منکر ہیں لیکن ذہبی نے روی عنه الشافعي کہہ کر آپ کی تردید کر دی ہے۔ (اور جو کہتے ہیں کہ امام محمد کی حدیث سے محدثین مستغنی ہیں)۔

آپ کا یہ جھوٹ بھی ظاہر ہو گیا۔ اگر محدثین کرام آپ کی حدیث سے مستغنی تھے تو کیا یہ محدثین نہیں ہیں جنھوں نے آپ سے روایت کی ہے۔ امام شافعی، ابو عبید قاسم بن سلام، علی بن مسلم طوسی، عمر بن ابی عمر، یحییٰ بن معین، محمد بن سماعہ، یحییٰ بن صالح وغیرہ۔ ذہبی کا فرمان آپ کی تردید کرتا ہے اور محدثین کی امام

محمد کی طرف احتیاج کو ثابت کرتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند میں حدیث ص ۱۵۶۱، ۱۵۸۱، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶ پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے احادیث نقل کی ہیں اسی طرح کتاب الام میں بھی کئی روایات آپ سے بیان کی ہیں۔

امام حاکم نے مستدرک مع تلخیص ذہبی حدیث نمبر ۷۹۹۰ امام محمد بن حسن کی روایت سے بیان کی ہے جس کی سند اس طرح ہے۔

حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب عودا على بدء ثنا الربيع بن سليمان ثنا الشافعي انباء محمد بن الحسن عن ابي يوسف عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال الولاء لحمة كلحمة النسب لا تباع ولا توهب بیان کی ہے۔ اور اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اسی طرح امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ جس کی سند میں امام محمد بن الحسن موجود ہے، صحتِ حاکم اور صحتِ ذہبی پر تبصرہ مفصل آئندہ اوراق میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سردست اتنا ہی عرض کرنا مقصود ہے کہ زئی وہابی کا یہ جھوٹ ہے کہ محدثین امام محمد بن حسن کی حدیث سے مستغنیٰ ہیں۔ واضح ہوا کہ حاکم جیسے محدث کو بھی امام محمد کی احتیاج ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مارايت اعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن۔

(مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۰)

میں نے محمد بن حسن سے قرآن کا بڑا عالم نہیں دیکھا۔

شاید آپ اس کو بھی تعریف وتعدیل نہیں سمجھتے۔ اگر قرآن کا عالم اور وہ بھی سب سے بڑا عالم ہونا اگر یہ بھی تعریف نہیں ہے تو پھر کون سی تعریف ہے۔ اگر یہ تعریف نہیں ہے تو پھر آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کے متعلق یہ کہیں

کہ زئی صاحب بالکل قرآن کے علم سے کورے ہیں۔ مگر آپ اس سے ناراض بھی ہوں گے اور اسے پسند بھی نہیں کریں گے۔

تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۵ پر اس کی سند یوں ہے۔

اخبرنا علی بن ابی علی قال انبانا طلحة بن محمد قال حدثنی مکرم بن احمد قال نا احمد قال نا احمد بن عطیة قال سمعت ابا عبید یقول مارایت اعلم بکتاب اللہ من محمد بن الحسن۔

امام صیمری کی کتاب ابوحنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۳ پر اس کی سند اس طرح ہے:

اخبرنا عبداللہ بن محمد البزاز قال ثنا مکرم قال ثنا ابن المغلس قال ثنا ابو عبید قال سمعت الشافعی یقول انی لا عرف الاستاذیة علی لمالک ثم لمحمد بن الحسن قال ابو عبید مارایت احدا اعلم بکتاب اللہ من محمد بن الحسن۔

اس کے پہلے راوی صیمری ہیں تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۷۸-۷۹ میں کو صدوق لکھا ہے۔ دوسرے راوی عبداللہ بن محمد البزار ہیں۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۴۹۳ پر ان کو شیخ کہا ہے۔ (شیخ کا لفظ بھی تعدیل میں استعمال ہوتا ہے)

تیسرے راوی ہیں مکرم بن احمد القاضی البزار تاریخ بغداد، ص ۱۲ میں ہے، ترجمہ نمبر ۱۹۰۷ کہ اس سے ابوالحسن بن زرقویہ، اور ابوالحسن القطان اور ابوعلی بن شاذان اسے روایت کرتے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کر دیں اس سے اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے لیکن خطیب نے اس کو ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں وکان ثقة۔

چوتھے راوی ہیں ابن مغلس۔

علامہ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ الجواہر المضیہ ص ۴۹ پر ان کا ذکر کرتے ہیں

اور ان کو فقیہ قرار دیتے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان، ج ۴، ص ۲۶۷ پر ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حلیۃ الاولیاء میں، ج ۸، ص ۳۴۴ پر ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابوعبید، یہ قاسم بن سلام ہیں اور ثقہ ہیں۔

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال، ج ۲۳، ص ۳۵۸ پر امام یحییٰ بن معین اور امام ابوداؤد سے ان کا ثقہ ہونا بیان کرتے ہیں اور امام دارقطنی سے بھی ان کا ثقہ ہونا بیان کرتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ادریس بن یوسف القراطیسی سمعت الشافعی یقول مارایت اعلم بکتاب اللہ من محمد کانه علیه نزل۔ مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۱ ادریس بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے (امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن حسن سے بڑا قرآن کا عالم نہیں دیکھا۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الطحاوی سمعت احمد بن ابی داؤد المکی سمعت حرملة بن یحیٰی سمعت الشافعی یقول.......... وقد کتبت عنه حمل بختی۔

امام حرملۃ بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم لکھا ہے۔ پھر امام ذہبی نے اس کا ایک متابع بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

محمد بن اسماعیل الرقی نا الربیع نا الشافعی قال حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی کتبنا وما ناظرت احدا الا تغیروجهه ما خلا محمد بن الحسن۔

پھر امام ذہبی نے اس کا ایک اور متابع ذکر کیا ہے۔ وہ اس طرح ہے۔

ابی حاتم نا الربیع سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی لیس علیہ الاسماعی (مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۱)

اسی روایت کو حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الانتقاء کے ص ۱۱۹ پر اس سند کے ساتھ درج کیا ہے۔ حدثنا خلف بن قاسم قال نا الحسن بن رشیق قال نا محمد بن یحییٰ الفارسی قال انا الربیع بن سلیمان قال سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی ومرۃ قال وقر بعیر لیس علیہ الاسماعی۔

تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۶ پر اس کی سند اس طرح ہے۔ خطیب نے کہا:

اخبرنا محمد بن احمد بن رزق قال انبانا عثمان بن احمد الرقاق قال انبانا محمد بن اسماعیل التمار الرقی قال حدثنی الربیع قال سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن وقر بختی کتباO

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی سند کی توثیق وتعدیل بیان کی جاتی ہے۔ امام ابن عبدالبر بالاتفاق ثقہ ثبت ہیں۔

دوسرے راوی ہیں خلف بن قاسم۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۱۴ پر ان کا ذکر فرمایا اور اس کے شاگردوں میں امام ابن عبدالبر کا بیان کیا اور اس کے استادوں میں حسن بن رشیق کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کان محدثا مکثر حافظا۔

پھر امام ابن عبدالبر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، وکان من اعلم الناس برجال الحدیث۔ (وہو محدث الاندلس فی وقتہ، ج ۱۷، ص ۱۵)

پھر ابو الولید عبداللہ بن محمد الفرضی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وکان حافظا للحدیث عالما بطرقہ۔

تیسرے راوی ہیں۔ الحسن بن رشیق۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۰۷ پر مفصل ترجمہ کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ووثقہ جماعۃ وانکر علیہ الدارقطنی وقد وثقہ الدارقطنی فی مواضع وروی عنہ فی غرائب مالک حدیثا فردا وقال عنہ شیخنا ثقۃ لاباس بہ۔

منصور بن علی نے کہا۔ حسن بن رشیق ثقہ ہے۔ ابو العباس النحال نے کہا حسن بن رشیق ثقہ ہے۔ (لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۰۷)

چوتھے راوی ہیں۔ محمد بن یحییٰ الفارسی۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الانتقاء، ص ۱۱۸، ۱۳۸، ۱۶۰ پر اس سے روایات بیان کی ہیں، اس کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔

پانچویں راوی ہیں ربیع بن سلیمان۔ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اساتذہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ قال ابو سعید بن یونس کان ثقۃ، وقال ابوبکر الخطیب کان ثقۃ۔

(تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۸۶)

تاریخ بغداد کی سند اس کی متابع ہے۔ لہٰذا یہ سند بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

تو واضح ہوا کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ امام محدث مجتہد شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام نے بھی ان سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے وہ لکھ کر اور سماع کر کے۔ اب اونٹ کے بوجھ کے برابر علم کتنا ہوگا اگر اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم دی ہے تو آپ کو اندازہ ہو جانا چاہیے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کیسی عظیم علمی شخصیت ہیں۔ اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہونا بھی واضح ہے: جس کا

زئی نے انکار کیا ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

براویت عباس بن محمد کہ میں نے ابن معین سے سنا وہ فرماتے ہیں
کتبت عن محمد بن الحسن الجامع الصغیر۔ مناقب الامام وصاحبیہ للذھبی،
ص ۵۱ کہ میں نے محمد بن الحسن نے ان کی کتاب جامع صغیر لکھی ہے۔

اس کی سند کو زئی وہابی نے خود صحیح تسلیم کیا ہے، بطریق تاریخ بغداد۔

اس پر راقم الحروف کا تبصرہ:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ ونقد رجال کی مسلم شخصیت ہیں۔
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت لاکر ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد بن حسن وہ جلیل القدر شخصیت ہیں کہ امام یحییٰ بن معین جیسے جلیل القدر امام بھی محمد بن حسن کے دروازے پر نظر آتے ہیں اگر یحییٰ بن معین، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو قابل اعتماد ولائق استناد نہ جانتے تو ان سے ان کی کتاب جامع صغیر کیوں لکھتے۔ تو امام یحییٰ بن معین کا امام محمد بن حسن سے ان کی کتاب الجامع الصغیر لکھنا یہ ابن معین کی طرف سے امام محمد کی بہت بڑی تعدیل ہے لیکن حاسدوں اور متعصب لوگوں کو نظر نہ آئے یا سمجھ نہ آئے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بروایت محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم وغیرہ ثنا الشافعی قال
قال محمد بن الحسن اقمت علی باب مالك ثلاث سنین و سمعت منه لفظا
سبعمائة حدیث ونیفا ثم قال الشافعی کان محمد بن الحسن اذا حدثهم

عن مالك امتلا منزله و کثروا حتی یضیق بهم الموضع ......
(مناقب الامام وصاحبیہ الذھبی، ص۵۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (امام) محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں (امام) مالک کے دروازے پر تین سال تک رہا، اور خود ان کے اپنے لفظ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں میں نے (امام) مالک سے سنی ہیں۔ (امام) شافعی نے فرمایا کہ محمد بن حسن جب امام مالک سے روایت کرتے تھے تو ان کا مکان لوگوں سے بھر جاتا تھا۔ اس روایت پر جو اعتراض زئی نے کیا ہے کہ گذشتہ صفحات میں اس کا مفصل جواب ہو چکا ہے، تکرار کی ضرورت نہیں ہے یہاں اس سے کچھ زائد عرض کر دیتا ہوں۔

اگر بالفرض تاریخ بغداد کی سند قابل اعتراض ہے تو اس کا ایک متابع بھی موجود ہے، علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الانتقاء کے صفحہ ۵۷ پر اس کا ایک متابع بھی ذکر کیا ہے، جس کی سند اس طرح ہے۔ حدثنا خلف بن قاسم قال انا
الحسن بن رشیق قال نا محمد بن یحیی الفارسی قال نا محمد بن عبدالله
بن عبدالحکم قال سمعت الشافعی یقول۔ قال محمد بن الحسن اقمت
عند مالك بن انس ثلاث سنین و کسرا و کان یقول انه سمع منه لفظا اکثر
من سبع مئة حدیث و کان اذا حدثهم عن مالك امتلا منزله و کثر الناس
علیه حتی یضیق بهم الموضع .... (کتاب الانتقاء، ص ۵۷)

اس سند کی توثیق وتعدیل پیچھے قریب ہی گزر چکی ہے، سوائے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ ان کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شمار فرماتے ہیں اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کان فقیها
جلیلا نبیلا و جیها فی زمانه۔ (کتاب الانتقاء، ص ۱۷۵)

علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال، ج ۲۵، ص ۴۹۷ پر ان کو فقیہ فرماتے ہیں اور ج ۲۵، ص ۴۹۹ پر فرماتے ہیں۔ قال النسائی ثقة وقال فی موضع آخر لاباس بہ۔ وقال عبدالرحمن بن ابی حاتم کتبت عنہ وھو صدوق ثقہ احدفقھاء مصر۔ وقال ابو سعید بن یونس کان المفتی بمصر فی ایامہ○

امام نسائی نے فرمایا محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم۔ ثقہ ہے اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے فرمایا۔ میں نے اس سے لکھا ہے یہ ثقہ صدوق (سچا) ہے۔ ابن یونس نے کہا یہ اپنے دور میں مصر کا مفتی تھا۔

یہ سند بھی اپنے متابع سے مل کر درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔ اس سند حسن سے واضح ہوا کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنی ہیں (بصورت موطا شریف) جس کا زئی انکار کرتا ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ محدثین علماء کرام امام محمد بن حسن کی حدیث سے مستغنی نہ تھے بلکہ اس قدر بکثرت آپ کے پاس احادیث کے سماع کے لئے حاضر ہوتے تھے حتیٰ کہ وہ جگہ بھی تنگ ہو جاتی تھی۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ روایت لا کر ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کتنے کثیر ہیں اور محدثین کس محبت سے آپ کی احادیث کو سنتے تھے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے:

بطریق ابراہیم الحربی بیان کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ یہ باریک مسائل آپ نے کہاں سے لئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ من کتب محمد بن الحسن، کہ (امام) محمد بن حسن کی کتابوں سے لئے ہیں۔

(مناقب الامام وصاحبیہ لا ذھبی، ص ۵۴)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت اس لئے لائے ہیں کہ واضح ہو جائے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ وہ جلیل القدر امام ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات بھی ان کی کتب سے مستفیض ہیں اور یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام محمد کے بارے میں اچھے خیالات رکھنے والے ہیں۔ اگر آپ ان کے بارے میں اچھے خیالات نہ رکھتے تو ہرگز آپ کی کتابوں سے استفادہ نہ کرتے۔ زئی وہابی نے جو اس پر اعتراض کیا ہے کہ ابوبکر القراطیسی کی توثیق نامعلوم ہے، اس کا مفصل جواب مع رد گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آٹھ شاگرد گنے ہیں جن میں سے اکثر صدوق وثقہ ہیں اور ان میں امام ابوالحسن دارقطنی بھی شامل ہیں یعنی ابوبکر القراطیسی سے آٹھ آدمی روایت کرنے والے امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے گنے ہیں اور امام حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فتح المغیث پر فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے فرمایا جس سے دو ثقہ آدمی روایت کر دیں اس سے اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔ تو اس ضابطے سے بھی اس کا ثقہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا یہ روایت بھی صحیح ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بطریق ابن کاس النخعی ثنا احمد بن حماد بن سفیان ثنا الربیع بن سلیمان سمعت الشافعی یقول مارایت اعقل ولا افقہ ولا ازھد ولا اورع ولا احسن نطقا وایرادا من محمد بن الحسن (قال لذھبی) قلت لم یرو ھذا عن الربیع الا احمد بن حماد وھو قول منکر۔

(مناقب الامام وصاحبیہ للذھبی، ص ۵۵)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن حسن

سے زیادہ عقل مند زیادہ فقیہ اور زاہد اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔ ذہبی نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ربیع سے اس کو صرف احمد بن حماد نے ہی اس کو روایت کیا ہے اور وہ قول منکر ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کو قول منکر قرار دینا درست نہیں کیونکہ احمد بن حماد بن سفیان ابوعبدالرحمٰن الکوفی القرشی ثقہ ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۲۴ پر فرمایا ہے۔ وکان ثقة۔ کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ وذکرہ الدارقطنی فقال لا باس بہ۔

اور دارقطنی نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جرح کا ایک لفظ بھی بیان نہیں کیا۔ تو جب یہ ہے ہی ثقہ اور سچا آدمی تو پھر اس کی روایت قبول نہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر تو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس سے تفرد ہے (اور یقیناً یہی ہے) تو حرج نہیں ہے کیونکہ یہ راوی ثقہ صدوق ہے اور ثقہ، سچے آدمی کی بات معتبر ہوتی ہے اور تسلیم کی جاتی ہے۔ اب زئی کی مرضی ہے کہ ثقہ آدمی کی بات کو مان لے یا انکار کردے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔

اس روایت سے جو نتائج اخذ ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) بقول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن شیبانی سب سے بڑے فقیہ ہیں

(۲) سب سے زیادہ عقل مند ہیں۔

(۳) سب سے بڑے زاہد ہیں۔ (زاہد جھوٹے نہیں ہوتے بلکہ سچے ہوتے ہیں)

(۴) سب سے بڑے متقی ہیں۔ (متقی کے لئے سچا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے)

لہٰذا آپ پر کذب کی تمام جرحیں باطل و مردود ہی۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دارقطنی نے کہا محمد بن حسن میرے

نزدیک ترک کا مستحق نہیں ہے۔ کذاب ہر طرح ترک کا مستحق ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے آپ کے لئے یہ الفاظ فرما کر آپ پر کذب کی تمام جروحات کو رد کر دیا ہے۔

اور پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

واما الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فاحتج بمحمد بن الحسن فی الحدیث۔

مناقب الامام وصاحبیہ للذھبی، ص ۵۹ اور بہرحال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ حدیث کی روایت میں آپ کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔

ظاہر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ صدوق ہیں اگر آپ ان کو ثقہ وصدوق نہ جانتے تو آپ کے ساتھ دلیل نہ پکڑتے اور اس کی گواہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے اور اس پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار نہیں فرمایا۔ زئی نے تو کہا تھا کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ کے حالات پر جزء لکھا ہے اس میں آپ کی تعدیل بروایت حسن یا صحیح موجود نہیں ہے۔

احقر نے جتنی تفصیل سے عرض کر دیا ہے ایک منصف مزاج کے لئے اس میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کافی حد تک تعدیل وتعریف موجود ہے۔ جو نہ مانے اس کی اپنی مرضی ہے لیکن الحمد للہ تعالیٰ اس پر دلائل ضرور قائم کر دیئے ہیں۔

امام محدث فقیہ صدوق صمیری رحمۃ اللہ علیہ نے:

اپنی کتاب ابوحنیفہ واصحابہ میں فرمایا ہے کہ:

اخبرنا ابو عبیداللہ محمد بن عمران بن موسی المرزبانی قال ثنا ابوبکر احمد بن کامل القاضی قال ابو عبداللہ محمد بن الحسن صاحب

ابی حنیفۃ مولی لبنی شیبان و کان موصوفا بالکمال و کانت منزلۃ فی کثرۃ الروایۃ والرای والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلۃ رفیعۃ یعظمہ اصحابہ جدا○ (ابوحنیفہ واصحابہ، ص ۱۲۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر احمد بن کامل قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کمال کے ساتھ موصوف ہیں اور کثرت روایت اور (اچھی) رائے اور تصانیف میں اور حلال وحرام کے علوم وفنون میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور آپ کے تمام شاگرد ساتھی آپ کی تعظیم کرتے تھے۔

اس سند کے پہلے راوی امام ابوعبداللہ حسین بن علی قاضی الصمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ خطیب بغدادی کے استاد ہیں جیسا کہ خود خطیب نے وضاحت کی ہے اور خطیب نے ان کو صدوق (سچا) کہا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج۸، ص ۷۸-۷۹)

دوسرے راوی ہیں۔ ابوعبیداللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المدزبانی خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کے تشیع کے باوجود ان کا ثقہ ہونا بیان کیا ہے۔ وکان ثقۃ فی الحدیث۔ (تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۳۶)

اس سند کے تیسرے راوی ہیں، ابوبکر احمد بن کامل قاضی۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں۔ وکان من العلماء بالاحکام وعلوم القرآن والنحو والشعر وایام الناس وتواریخ اصحاب الحدیث ولہ مصنفات۔

(تاریخ بغداد، ج۴، ص ۳۵۷)

یہ ان علماء میں سے ہیں جو احکام وعلوم قرآن اور علم نحو، شعر اصحاب الحدیث کی تواریخ کا علم رکھتے ہیں۔ خطیب نے کہا کہ میں نے ابوالحسن بن رزقویہ کو سنا انہوں نے احمد بن کامل کا ذکر کیا تو فرمایا۔ لم تر عینای مثلہ۔

(تاریخ بغداد، ج۴، ص ۳۵۷)

کہ میری آنکھوں نے احمد بن کامل قاضی کی مثل کوئی نہ دیکھا ہے۔

اگرچہ خطیب نے دارقطنی سے ان کا تساہل بھی نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لسان المیزان میں خطیب والی اکثر باتیں بیان کی ہیں، لیکن ان کو، الحافظ، بھی فرماتے ہیں اور ان کو کان من اوعیۃ العلم فرما کر ج۱، ص۲۴۹ ان کے ان جید عالم ہونے کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

تو واضح ہوگیا کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور بر سبیل تنزل درجہ حسن سے کم تو نہیں ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے:

کہ احمد بن کامل قاضی بہت بڑے محدث، قرآن وحدیث کے علوم کے ماہر، ابوالحسن بن ازقویہ نے ان کی مثل نہ دیکھا۔ ابن حجر ان کو الحافظ من اوعیۃ العلم لکھتے ہیں۔ اتنے بڑے جلیل القدر محدث عالم نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

موصوف بالکمال۔ کثرت روایت اور (صحیح) رائے اور تصانیف اور حلال وحرام کے بارے میں علوم وفنون میں بلند مرتبہ اور آپ کے شاگرد آپ کو معظم جانتے تھے۔

موسوعۃ الاعلام، ج۲، ص۲ پر ہے۔

محمد بن حسن .... امام فی الفقہ والاصول○

کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فقہ اور اصول میں امام ہیں۔

حاکم اور امام ذہبی نے امام محمد بن حسن کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور

صحیح حدیث کی تعریف اور خلاصہ کلام:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حدیث نمبر ۷۹۹۰ نقل کی ہے۔ جس کی سند اسی طرح ہے۔

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب عودا علی بدء ثنا الربیع بن سلیمان ثنا الشافعی انبأ محمد بن الحسن عن ابی یوسف عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال۔

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس کی تلخیص میں امام ذہبی نے بھی۔ صحیح کہا ہے۔ امام حاکم اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو صحیح مانا ہے اور یقینا حاکم اور ذہبی بھی دونوں نقد و رجال کے امام ہیں اور حدیث صحیح کے لئے رواۃ کا عادل ضابط حافظ ثقہ ہونا بنیادی شرط ہے۔

جیسا کہ امام حاکم نے اپنی کتاب المدخل فی اصول الحدیث کے صفحہ نمبر ۸۹ پر حدیث صحیح کی تعریف کی ہے فرماتے ہیں۔

الحدیث الصحیح بنقل العدل عن العدل رواہ الثقات الحافظون الی الصحابی ...... کہ حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کو عادل ثقات حافظ روایت کریں عادل ثقات سے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الباعث الحثیث کے صفحہ نمبر ۶ پر حدیث صحیح کی تعریف اس طرح کی ہے۔ اما الحدیث الصحیح فهو الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتهاہ ولایکون شاذا ولا معللا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث صحیح کے لئے ضروری ہے کہ وہ متصل ہو اس کے ناقل عادل ضابط ہوں عادل ضابط سے (شروع) سے لے کر آخر تک اور وہ حدیث شاذ نہ ہو اور نہ ہی معلل۔

حدیث صحیح کی تعریف سے واضح ہو گیا کہ صحیح حدیث کے لئے ضروری ہے کہ اس کے رواۃ عادل ضابط حافظ ثقات ہوں۔

تو امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے امام محمد بن حسن شیبانی کی حدیث کو صحیح کہا ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ دونوں امام، امام محمد بن حسن کو عادل ضابط حافظ ثقہ سمجھتے ہیں۔ تو واضح ہو گیا کہ امام حاکم اور امام ذہبی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو عادل، ضابط، حافظ، ثقہ جانتے ہیں۔

علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ترجمہ کرتے ہیں تو جرح کا ایک لفظ بھی نہیں لاتے اور آپ کو لفظ، امام کے ساتھ ملقب کرتے ہیں۔

(انساب سمعانی، ج۳، ص۴۸۳)

علامہ محدث مؤرخ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ۔ الجواہر المضیہ، ص ۳۲۳ پر محمد بن حسن شیبانی کا ترجمہ کرتے ہیں اور جرح کا ایک لفظ بھی نہیں لائے اور آپ کو لفظ (امام) کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء میں کیا ہے اور جرح کا ایک لفظ بھی نہیں لائے۔ جلد نمبر ۹ ص ۱۳۴-۱۳۵ اور آپ کو فقیہ العراق کہتے ہیں۔ پھر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو لفظ، امام کے ساتھ ملقب کرتے ہیں۔ دیکھئے مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی، ص ۵۰ اور لفظ امام تعدیل میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام سخاوی نے فرمایا ان قولهم سبق وحجة وامام وثقة ومتقن من عبارات التعدیل التی لانزاع فیها۔ اس سے پہلے کی عبارت

یہ ہے۔ والی ھذا اشار الذھبی بقولہ۔
(فتح المغیث، ج۱، ص ۳۹۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اور لفظ امام تعدیل میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ امام محدث ناقدِ رجال علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں اس کی وضاحت کی ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والی ھذا اشار الذھبی بقولہ ان قولھم سبق، وحجۃ وامام، وثقۃ، ومتقن من عبارات التعدیل التی لا نزاع فیھا۔ (فتح المغیث، ج۱، ص ۳۹۵ مطبوعہ بیروت لبنان)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا (یعنی محدثین و ناقد رجال) کا، کسی کو سبق، حجت، امام، ثقہ، متقن کہنا یہ وہ تعدیل ہے جس میں کسی قسم کا نزاع نہیں ہے۔ تو مذکورہ حوالہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ لفظ امام بھی تعدیل میں شمار ہوتا ہے اور یہ تعدیل کی، وہ قسم ہے جس میں کسی قسم کی کوئی نزاع نہیں ہے (اس کے بعد اگر کوئی انکار کرے گا تو وہ ایک نئی بات ہوگی جس کا موجد وہ خود ہی ہوگا)

تو جب لفظ امام بھی زبردست تعدیل میں شمار ہوتا ہے تو پھر جن حضرات نے مثلاً ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے آپ کو لفظ امام کے ساتھ موصوف کیا ہے تو یقیناً یہ بھی ان کی طرف سے ایک زبردست تعدیل ہے۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ: امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو جرح ہے وہ قابلِ قبول نہیں کیونکہ دلائل کے ساتھ ان کا مردود ہونا گذشتہ اوراق میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ائمہ دین کے جو تعریفی کلمات ہیں وہ ثابت ہیں کیونکہ ان کو ثقہ دلائل کے ساتھ مدلل کیا گیا ہے۔ لہٰذا امام محمد بن حسن

شیبانی رحمۃ اللہ علیہ امام حافظ ثقہ ضابط ہیں اور ان پر کوئی اصولی جرح ثابت نہیں ہوئی۔

تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۶۰ پر امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں خطیب نے ذکر فرمایا کہ: اخبرنا لبرقانی قال سالت ابا الحسن الدارقطنی عن ابی یوسف صاحب ابی حنیفۃ فقال ھو اقوی من محمد بن الحسن۔
(تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۶۰)

خطیب نے کہا مجھے خبر دی برقانی نے کہ میں نے قاضی ابو یوسف کے متعلق ابو الحسن دارقطنی سے پوچھا تو دارقطنی نے کہا کہ ابو یوسف، محمد بن حسن (الشیبانی) سے زیادہ قوی ہے۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔ جب ابو یوسف کو محمد بن حسن کے مقابلہ میں دارقطنی نے اقوی کہا ہے تو ضرور محمد بن حسن قوی ہے۔ دارقطنی کے نزدیک۔

نتیجہ:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو کہتے ہیں۔ تویانی ملک، من بحور العلم والفقہ۔
(میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۱۳)

ذہبی آپ کو امام کہتے ہیں۔ (مناقب الامام وحبیبہ، ص ۵۰)۔ ذہبی آپ کو فقیہ العراق کہتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۱۳۴)۔ علامہ سمعانی آپ کو امام کہتے ہیں۔ (انساب سمعانی، ص)۔ علامہ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو، امام کہتے ہیں۔ (الجواہر المضیہ، ص ۳۲۳) امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الحدیث وہ محمد بن الحسن شیبانی کو۔ صدوق کہتے ہیں۔
(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۸۱)

نوٹ: اس پر جو اعتراض کئے گئے تھے الحمد للہ ان تمام کے جوابات مدلل دیئے

گئے ہیں۔ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ثقات حفاظ میں شمار کیا ہے۔

غرائب مالک بحوالہ نصب الرایہ، ج ۱، ص ۴۸۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حدیث کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔ مناقب الامام وصاحبیہ، ص ۵۹ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے۔ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۲، کتاب الانتقاء، ص ۱۱۹)

اس پر جو اعتراض تھا اسے بطریق مدلل رد کر دیا گیا ہے۔ (لہٰذا یہ ثابت ہے) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کتابوں سے مستفیض ہوتے تھے۔

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۷)

اس پر جو اعتراض تھا اسے بطریق مدلل دور کیا ہے لہٰذا یہ بھی ثابت ہے۔ امام محمد بن حسن کی آپ کے تمام شاگرد بہت تعظیم کرتے تھے۔

(ابو حنیفہ واصحابہ للصمیری، ص ۱۲۰)

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ (تعجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حدیث کو صحیح کہا۔ مستدرک حاکم ج ۳، حدیث نمبر ۷۹۹۰۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی حدیث کو صحیح کہا۔ تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۷۹۹۰ اور صحیح حدیث کے لئے رواۃ کا عادل ضابط حافظ ثقہ ہونا ضروری ہے۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تاریخ دمشق، ج ۹، ص ۲۴ پر امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو الفقیہ کہتے ہیں۔ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال کے ج ۳، ص ۵۵ پر آپ کا ذکر وصف فقیہ سے کیا ہے۔

تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۱۱۵۔ تہذیب اکمال، ج ۴، ص ۴۸۴۔ تہذیب الکمال، ج ۱۵، ص ۱۱۰۔ تہذیب الکمال، ج ۱۶، ص ۱۳۔ تہذیب الکمال،

ج ۱۷، ص ۴۷۴۔ تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۱۴۰۔ تہذیب الکمال، ج ۲۶، ص ۴۷۶۔ تہذیب الکمال، ج ۳۰، ص ۳۲۔ تہذیب الکمال، ج ۳۲، ص ۴۹۰۔

ان تمام صفحات پر امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد بن حسن شیبانی کا ذکر فرمایا کسی کے استادوں میں کسی کے شاگردوں میں اور جب بھی آپ کا ذکر کیا ہے تو بڑے احترام سے کیا ہے یعنی فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد بن حسن شیبانی کی حدیث بحوالہ کتاب الآ ثار شریف الاصابہ میں نقل کیا ہے۔

ابو عامر الثقفی ذکر محمد بن الحسن الشیبانی فی کتاب الآثار عن ابی جحیفة عن محمد بن قیس ان رجلا یکنی ابا عامر کان یهدی لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کل عام راویة خمر الحدیث ......

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۷، ص ۲۵۴)

طبرانی کے محشی حمدی عبد المجید سلفی نے امام محمد بن حسن شیبانی کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (طبرانی المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۱۰۱)

اسی طرح امام نور الدین ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۱۰۱)

امام محدث احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی نے امام محمد بن حسن کی حدیث کو الاحاد والمثانی میں ذکر کیا ہے۔

حدثنا ابراهیم بن المستمر العراق نا علی بن الحسن شیخ ذکرنا محمد بن الحسن الشیبانی عن خارجة بن الحارث الجهنی عن ابیه قال سمعت شان بن وبر رضی الله عنه یقول غزوت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم غزوة المریسیع ○

(الآحاد والمثانی، ج ۵، ص ۲۸۳)

وھی غزوء بن المصطلق فقال شعارنا یا منصور امت۔

نتیجۃ التحقیق: محمد بن الحسن الشیبانی۔ امام فقیہ، قوی صدوق ثقہ حافظ ضابط عادل، علم و فقہ کا دریا، صحیح الحدیث، عندالحاکم والذھبی علیھما الرحمہ حسن الحدیث، عندا لھیثمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جلیل القدر ائمہ حدیث کے استاد اور عظیم القدر ائمہ حدیث کے شاگرد ہیں۔

امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے متعلق تحقیق:

زئی وہابی صاحب نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا بھی انکار کیا ہے بالخصوص موطا شریف اور کتاب الآ ثار شریف کا۔ احقر کے علم میں یہ بات نہیں کہ اس سے پہلے تک کسی نے بھی امام محمد کی ان کتابوں کا انکار کیا ہو کہ یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں۔ احقر کے خیال میں اس کا موجد بھی زئی وہابی ہی ہے۔ یہ اس کی ائمہ احناف کے ساتھ بغض و عناد کی بہت واضح مثال ہے۔ خیر اندھے کے انکار کرنے سے سورج کا کوئی نقصان نہیں ہوتا البتہ سب یہی کہتے ہیں کہ اندھا ہے اس لئے بے چارا سورج کو نہیں دیکھ سکتا۔

آپ موطا اور کتاب الآ ثار کا انکار کیوں کرتے ہیں اس لئے کہ موطا کی جلالتِ شان مسلم ہے اور کتاب الآ ثار کے راوی بھی اعلیٰ مرتبہ کے ثقہ ثبت ہیں اور یہ دونوں کتابیں بھی ادلہ احناف کی کتب میں شامل ہیں اور ان کے دلائل واضح روشن اور مضبوط ہیں۔ اس لئے آپ کو یہ تکلیف ہوئی اور آپ نے ان دونوں کتابوں کو جعلی قرار دیا اور ذرا بھی شرم نہ کی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ ائمہ نقد و رجال سے ان کے اقوال پیش کرتے کہ فلاں امام نے فلاں محدث نے فلاں نقد و رجال کے امام نے ان کتابوں کا امام محمد کی کتب ہونے سے انکار کیا ہے مگر آپ اس

میں سو فیصد ناکام رہے۔

اور خود ہی ایک مفروضہ قائم کر کے اور علامہ حارثی کو اس کا بنیادی راوی قرار دے کر سند پر گفتگو کر کے اپنے ہی زعم فاسد میں خوش ہو گئے کہ میں نے معرکہ مار لیا ہے اور پھر کہا کہ اگر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند بھی دیکھی جائے تو تب بھی کتاب الآ ثار ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس سند میں معتزلی راوی ہیں۔

اگر اعتزال کی بنا پر آپ اس سند کو قبول نہیں کرتے تو بخاری و مسلم و سنن اربعہ کی ان احادیث کے تو پھر آپ پکے منکر ہوں گے جن کے سندوں میں معتزلی، قدری، مرجئی وغیرہ راوی ہیں۔

الحاصل: آپ سے پہلے تک کسی جلیل القدر امام اور محدث اور ناقد رجال کا انکار نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتابیں موطا، کتاب الآ ثار، امام محمد بن حسن کی کتابیں ہیں۔

اصل میں بات یہ ہے کہ موطا شریف سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے اور کتاب الآ ثار امام سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے۔

موطا آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور کچھ روایات اپنے دیگر شیوخ حدیث سے بھی اس میں داخل کی ہیں اس لئے وہ مشہور ہو گیا موطا امام محمد اور کتاب الآ ثار مکمل کتاب کی مرویات کو آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہیں۔ اس لئے وہ بھی آپ کی کتابوں میں شامل ہے۔

ابن عدی کی گواہی:

آپ کا امام معتدل علامہ ابن عدی نے کامل میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ محمد بن حسن شیبانی نے امام مالک سے موطا سنا ہے۔

ابن عدی کے الفاظ یہ ھیں۔ انه سمع من مالك الموطا و كان يقول لا صحابه مارايت اسوا ثناء منكم على اصحابكم اذا حدثتكم عن مالك ملاتم على الموضوع .... (کامل ابن عدی، ج ۷، ص ۳۷۶)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن حسن نے امام مالک سے موطا سنا ہے۔ اور آپ فرماتے تھے یعنی محمد بن حسن کہ .... جب میں تمہیں امام مالک سے حدیث بیان کرتا ہوں تو تم مجھ پر جگہ بھی تنگ کر دیتے ہو۔ اور جب میں کسی اور سے بیان کرتا ہوں تو تم ناپسند کرتے ہو۔ جس کو زئی وہابی نے امام معتدل مانا ہے اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ (امام) محمد بن حسن شیبانی نے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ اس کے بعد کسی اور حوالہ کی ضرورت تو نہیں تاہم کچھ اور بھی حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

(نوٹ): اب کہیں زئی وہابی صاحب اپنے امام معتدل ابن عدی پر ناراض ہو کر کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ ابن عدی کا یہ قول مردود ہے۔ (فافهم و تدبر)

امام دارقطنی کی گواہی:

غرائب مالک میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رکوع جاتے وقت رفع یدین پر گفتگو کرتے ہیں کہ امام یحییٰ بن یحییٰ نے اپنے موطا میں اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رکوع جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا تو ثقات حفاظ کی ایک جماعت امام مالک رضی اللہ عنہ سے رکوع جاتے وقت رفع یدین کو روایت کرتے ہی اور محدثین کے نام شمار کیے اور ان میں امام محمد بن حسن شیبانی کو بھی شمار کیا ہے۔ (نصب الرایہ، ص)

اگر موطا امام محمد نے روایت نہیں کیا تو بتاؤ پھر امام محمد نے امام مالک

سے رفع یدین کی مرفوع روایت بطریق ابن عمر رضی اللہ عنہ اور کس کتاب میں لکھی ہے۔

(هاتوا برهانكم ان كنتم صدقين)

وہ کتاب موطا امام محمد ہی ہے جس میں یہ روایت موجود ہے اور اسی کا دارقطنی نے حوالہ دیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

اسی رفع یدین کی حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا کے جن رواۃ نے رکوع جاتے وقت رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن البر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام شمار فرمائے اور ان میں (امام) محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شمار کیا ہے اور بعد اس کے فرماتے ہیں۔ كل هولاء رووه عن مالك فذكروا فيه الرفع عند الانحطاط الى الركوع .... قالوا فيه .... وذكر الدارقطنى الطرق عن اكثرهم عن مالك كماذكرنا وهو الصواب۔

(التمہید ابن عبدالبر، ج ۹، ص ۲۱۱)

یعنی ان تمام رواۃ نے امام مالک سے رفع یدین کی حدیث میں رکوع جاتے وقت رفع یدین کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح دارقطنی نے بھی ان کے اکثر طرق ذکر کر دیئے ہیں۔ امام مالک سے جس طرح ہم نے ذکر کیے ہیں اور یہی درست ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ موطا کے رواۃ میں سے ایک راوی ہیں۔

(۲) اور دارقطنی نے بھی یہ سب ذکر کیا ہے۔

(۳) اور یہ ہی درست بات ہے۔

(نوٹ): امام دارقطنی کا حوالہ امام زیلعی نے بھی نصب الرایہ میں دیا ہے جیسا

کہ ابھی قریب ہی یہ حوالہ گزر چکا ہے۔ زئی نے اس لئے انکار کیا اس حوالہ کا کہ اس کا امام زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے لیکن دیکھئے وہی حوالہ علامہ ابن عبدالبر بھی دارقطنی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں (کچھ معمولی فرق کے ساتھ) اور اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (محمد بن حسن شیبانی) قویافی مالك۔

(میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۱۳)

کہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں قوی ہے۔ اگر موطا امام محمد کی کتاب نہیں ہے تو پھر بتاؤ امام مالک سے آپ کی وہ کونسی روایت ہیں جس کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا کہ آپ امام مالک کی روایت میں قوی ہیں۔ امام ذہبی نے ساتھ یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں۔ یروی عن مالك بن انس کہ آپ نے امام مالک سے روایت کی ہے۔ وہ کون سی احادیث ہیں جو آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہیں وہ یہی موطا شریف ہے۔

علامہ حافظ الدنیا ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بغیر آپ کا بھی گزارا نہیں ہے، جن کے حوالہ جات آپ بھی بکثرت نقل کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب تعجیل المنفعت میں امام محمد بن حسن شیبانی کا ترجمہ کرتے ہوئے امام محمد بن حسن کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہیں جن سے امام محمد بن حسن نے سماع کیا ہے تو فرماتے ہیں۔ سمع بالشام من الاوزاعی وغیرہ۔ وبالمدینة من مالك وغیرہ۔

(تعجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

کہ (امام) محمد بن حسن نے ملک شام میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کیا ہے اور مدینۃ المنورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کیا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں۔

قال محمد بن عبدالله بن عبدالحكم سمعت الشافعي يقول قال لی محمد بن الحسن اقمت على باب مالك ثلاث سنين وسمعت من لفظه سبعمائة حديث انتهى

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے محمد بن حسن سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین سال تک رہا اور خود ان کے اپنے لفظ سے میں نے ان سے سات سو حدیثیں سنی ہیں۔

(نوٹ): اس کی سند کی توثیق گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے وہیں پر ملاحظہ فرمائیں۔ پھر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وكان مالك لايحدث من لفظه الا قليلا فلولا طول اقامة محمد عنده وتمكنه منه ماحصل له عنه وهو احد رواة الموطا عنه وقد جمع حديثه عن مالك واورد فيه ما يخالفه فيه وهو الموطا المسموع من طريقه○

(تعجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے لفظ سے بہت کم بیان کرتے تھے اگر محمد بن حسن شیبانی (تین) سال کی لمبی اقامت امام مالک کے پاس نہ کرتے تو انہیں یہ بات حاصل نہ ہوتی (یعنی سات سو حدیثیں امام مالک کے اپنے لفظ سے سننے کی)۔ (محمد بن حسن) وہ موطا کے رواۃ میں سے ایک راوی ہیں اور آپ نے امام مالک کی حدیث کو جمع کیا اور اس میں آپ سے کچھ اختلاف بھی کرتے ہیں اور وہ مخالف روایات بھی لاتے ہیں۔

وھو الموطا المسموع من طریقہ ○

اور وہ موطا آپ کا سنا ہوا ہے آپ کے طریق سے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے جو امور ثابت ہوئے ہیں۔

(۱) امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین سال مقیم رہے

(۲) سات سو احادیث خود امام مالک رضی اللہ عنہ کے اپنے لفظ سے سماعت کی ہیں۔

(۳) آپ موطا کے رواۃ میں سے ایک راوی ہیں۔

(۴) موطا آپ کا سماع کیا ہوا ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق کی تحقیق کے بعد کچھ ذرا بھی شک رہ جاتا ہے؟ کہ موطا امام محمد کی کتاب نہیں ہے۔ یقیناً یہ آپ ہی کی کتاب ہے۔

امام محدث فقیہ ناقد بدر الدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

آپ بھی فرماتے ہیں کہ:

روی عن مالك ايضاً الامام محمد بن حسن شيبانى رحمۃ اللہ علیہ ولازمه مدة وسمع عليه الموطا○ (مغانی الاخیار، ج ۵، ص ۳)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد نے امام مالک سے موطا سنا ہے۔

شیخ امام علامہ محدث قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

شیخ امام مقتدا محدث فقیہ ناقدِ رجال امام قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تاج التراجم میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے آخر میں آپ کی تصانیف کا ذکر کرتے ہیں۔

جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، سیر صغیر، (کتاب) الآثار، الموطا شریف وغیرہ۔۔ تاج التراجم، ص ۱۵۸۔

امام قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی موطا شریف کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔

علامہ مصطفٰی بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف الظنون کی گواہی:

علامہ محدث مؤرخ مصطفٰی بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف الظنون (جو کہ کتب کے تعارف پر مبنی ہے) میں موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وللامام محمد بن الحسن الشيبانى موطا كتب فيه على مذهبه رواية عن الامام مالك واجاب ماخالف مذهبه○

(کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۹۰۸)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا روایت کیا ہے اور اس میں کچھ امام مالک سے اختلاف بھی کرتے ہیں اور ان کے جواب دیتے ہیں۔ حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی سے بھی ثابت ہو گیا کہ موطا، امام محمد کی کتاب ہے۔ جو آپ نے حضرت امام الائمہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔

محدث مؤرخ فقیہ علامہ عبدالقادر بن ابو الوفا القرشی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی کہ موطا، امام محمد کی کتاب ہے:

آپ اپنی کتاب الجواہر المضیہ میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے موطا شریف کا ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔ ویروی عن مالك

ودون الموطا وحدث به عن مالك۔ (الجواہر المضیہ، ص۳۲۳)

کہ محمد بن حسن امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور آپ نے موطا مدون کیا اور اسے امام مالک سے بیان کیا ہے۔

مذکورہ عبارت سے بھی واضح ہے کہ موطا شریف امام محمد کی کتاب ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔

علامہ محدث فقیہ مؤرخ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور حوالہ:

آپ اپنی کتاب الجواہر المضیہ میں: احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حمدان ابو منصور الحارثی الامام القاضی الرئیس من اهل سرخس رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام نجم الدین ابوحفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معجم شیوخ میں فرماتے ہیں۔ احمد بن محمد بن منصور الحارثی الامام من مسموعاته کتاب الموطا روایة محمد بن الحسن عن مالك یرویه عن ابی الفضل احمد بن خیرون عن ابی الطاهر عبدالغفار المؤدب عن ابی علی الصواف عن ابی علی بشر بن موسیٰ عن ابی جعفر احمد بن محمد بن مهران عن محمد بن الحسن۔ (الجواہر المضیہ، ص۸۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام نجم الدین ابوحفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معجم الشیوخ میں فرمایا کہ احمد بن محمد بن منصور الحارثی امام ہے اور اس کے مسموعات سے موطا شریف بھی ہے۔ بطریق محمد بن حسن شیبانی اور وہ امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ یہ راوی احمد بن محمد بن منصور الحارثی الامام موطا امام محمد کو اس سند سے روایت کرتے تھے۔

یرویه عن ابی الفضل احمد بن خیرون، عن ابی الطاهر عبدالغفار المؤدب عن ابی علی الصواف عن ابی علی بشر بن موسی عن ابی

جعفر احمد بن محمد بن مهران عن محمد بن الحسن ○

اور یہ تمام سند ثقہ رجال پر مشتمل ہے سند کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن علی بن لقمان النسفی علامہ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ الامام الزاہد نجم الدین ابوحفص پھر علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ قال السمعانی فقیه فاضل عارف بالمذهب والادب صنف التصانیف فی الفقه والحدیث ونظم الجامع الصغیر۔ پھر علامہ ابن نجار کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ وذکره ابن النجار فاطال وقال کان فقیها فاضلا مفسرا محدثا ادیبا مفتیا وقد صنف کتبا فی التفسیر والحدیث والشروط۔ پھر علامہ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقد جمع اسماء مشائخه فی کتاب سماه تعداد الشیوخ۔ (الجواہر المضیہ، ص۲۵۵)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ راوی نجم الدین ابوحفص عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ امام قاضی محدث مفسر ادیب فقیہ فاضل ہیں اور صاحب تصانیف۔ انہوں نے اپنے معجم الشیوخ میں ذکر فرمایا احمد بن محمد بن احمد ابو منصور الحارثی امام قاضی کا کہ انہوں نے اپنی سند سے موطا امام محمد روایت کیا ہے۔

اس سند کے پہلے راوی ہیں احمد بن محمد بن احمد ابو منصور الحارثی، علامہ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ الامام القاضی الرئیس من اهل سرخس اور امام نجم الدین عمر النسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو لفظ امام کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ (الجواہر المضیہ، ص۸۰)

گزشتہ صفحات میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح المغیث کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ لفظ امام بھی تعدیل میں سے ہے۔ دوسرے راوی ہیں۔ ابوالفضل احمد بن خیرون ان کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلا کے ج۱۹، ص۱۰۵ پر فرمایا ہے۔

الامام العالم الحافظ المسند الحجۃ ابو الفضل احمد بن الحسن بن احمد بن خیرون البغداد السمعانی نے کہا کہ یہ ثقہ عدل متقن واسع الروایات۔ سلفی نے کہا کہ یہ اپنے وقت کا یحییٰ بن معین تھا۔ واضح ہوا کہ یہ بھی ثقہ حجت ہے۔

تیسرے راوی ہیں۔ عبدالغفار بن محمد بن جعفر بن زید ابو طاہر المؤدب یہ خطیب بغدادی کے استاذ ہیں۔

لسان المیز ان میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قال الخطیب کتبت عنه وسالته عنه مولده لسان المیز ان، ج ۴، ص ۴۳ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۱۶۔ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال، ج ۱۹ ص ۴۸۵ پر ایک حدیث نقل کی ہے جس کی سند میں یہی عبدالغفار بن محمد بن جعفر المؤدب ہے حدیث ذکر کرنے کے بعد امام مزی فرماتے ہیں۔ قال ابو الفتح الازدی تفرد به جریر الرازی ان کان عثمان بن ابی شیبته حفظه فانه لم یتابع علیه قال الحافظ ابوبکر قدرواه ابوزرعة الرازی عن عثمان فخالف الجماعة فی اسناده۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالفتح ازدی نے جریر الرازی کے تفرد پر اعتراض کیا ہے، حافظ ابوبکر نے عثمان بن ابی شیبہ کی مخالفت جماعت کا ذکر کیا ہے لیکن کسی نے بھی عبدالغفار بن محمد بن جعفر المؤدب پر اعتراض نہیں کیا۔ اگر اس میں بھی کوئی ضعف ہوتا تو اس پر بھی ضرور اعتراض کرتے۔

علامہ مزی نے تہذیب الکمال کے ج ۲۰، ص ۵۱۲ پر عبدالغفار بن محمد بن جعفر المؤدب کی سند سے ایک اور حدیث لکھی ہے اور روات پر تو اعتراض کیا ہے اس پر اعتراض کا ایک لفظ بھی نہیں فرمایا۔ علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال کے ج ۲۴، ص ۲۷۲ پر بھی اس کا ذکر بغیر کسی جرح کے فرمایا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں فرمایا کہ میں نے اس سے لکھا ہے۔ تاریخ بغداد میں مختلف صفحات پر

عبدالغفار بن محمد بن جعفر المؤدب کا ذکر کم وبیش پینتیس (۳۵) صفحات پر ذکر ہے۔ مثلاً تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۳۲۶۔ ج ۲، ص ۱۲۴۔ ج ۲، ص ۱۳۴۔ ج ۲، ص ۱۵۵۔ ج ۲، ص ۱۸۸۔ ج ۲، ص ۳۲۷۔ ج ۳، ص ۳۰۳۔ ج ۴، ص ۱۹۳۔ ج ۴، ص ۲۱۸۔ ج ۴، ص ۲۲۳ وغیرہ مقامات پر مذکور ہے خطیب کو اس پر اعتماد ہے۔

علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کا ذکر تاریخ دمشق کے ان صفحات پر کیا ہے۔ ج ۵، ص ۲۵۹۔ ج ۳۶، ص ۴۵۵۔

نہ ہی یہ مجہول ہے اور نہ ہی کسی کی اس پر جرح منقول ہے جو موجب ضعف ہو اور کئی ائمہ نے اس کی روایات کو قبول کیا ہے اور بالخصوص خطیب بغدادی کا استاد ہے اور قابل اعتماد راوی ہے۔

اس سند کے چوتھے راوی ہیں۔ ابو علی محمد بن احمد بن حسن المعروف بن الصواف۔ تاریخ بغداد میں ہے۔

قال الدارقطنی مارأت عینای مثل ابی علی بن الصواف قال الخطیب وکان ثقة مامونا○ (تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۸۹)

دارقطنی نے کہا میری آنکھوں نے اس کی مثل نہ دیکھا۔ خطیب نے کہا یہ ثقہ مامون ہے۔

پانچویں راوی ہیں۔ بشر بن موسی بن صالح الاسدی۔ تاریخ بغداد میں ہے۔ قال الخطیب ثقة امینہ قال ابوبکر احمد بن محمد بن هارون الخلال، بشر بن موسیٰ شیخ جلیل مشهور قدیم السماع وکان ابوعبدالله یعنی احمد بن حنبل یکرمه سئل الدارقطنی عن بشر بن موسیٰ قال ثقة قال الدارقطنی ثقة نبیل۔ (تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۸۶)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خطیب نے کہا یہ ثقہ امین ہے۔ ابوبکر احمد بن محمد

الخلال نے کہا یہ شیخ جلیل مشہور قدیم السماع ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کی عزت کرتے تھے۔ دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ ثقہ نبیل ہے۔

چھٹے راوی ہیں۔ احمد بن محمد بن مھران السوطی۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کو ابونعیم فضل بن دکین کے شاگردوں میں شمار کیا ہے اور امام ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے شاگردوں میں شمار کیا ہے اور کوئی لفظ جرح کا اس کے متعلق بیان نہیں کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۹۹)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تعجیل المنفعت میں اس کو امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے اور امام شافعی امام ابو عبید ہشام بن عبیداللہ الرازی اور ابوسلیمان وغیرہ کو ان کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

(تعجیل المنفعت، ص ۴۰۹)

لہٰذا اس سے روایت کرنے درج ذیل امام ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو عبید (قاسم بن سلام)، محدث ہشام بن عبیداللہ الرازی، ابوسلیمان وغیرہ۔ گذشتہ صفحات میں امام دارقطنی کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔

اور اس سے روایت کرنے والے ایک تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو امام الائمہ ثقہ ثبت حجت ہیں اور ثقہ ثبت امام ابو عبید (قاسم بن سلام) ہیں یہ بھی زبردست ثقہ ہیں۔ تو اس سے اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہوگئی ہے۔ لہٰذا اس کی روایت قابل قبول ہے اور یہ احمد بن محمد بن مھران امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے موطا کو روایت کرتے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں موطا کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے بعد سند کی ضرورت تو نہ تھی لیکن الحمد للہ احقر نے سند بھی بیان کر دی ہے اور اس کی

توثیق بھی۔ جب ایک یہ سند ثقہ صحیح ثابت ہو چکی ہے تو باقی دو سندیں جن پر زئی نے کلام کیا ہے ان کو اس سند کا متابع بنا لیں اور یہ سند اپنے متابع سے مل کر صحیح لغیرہ کے درجہ سے کم نہیں ہے۔ اس کا ایک شاہد بھی ذکر کرتا ہوں۔

علامہ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ، الجواہر المضیہ میں۔ احمد بن محمد بن عیسی بن الازہر ابو العباس الفقیہ الحافظ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ روی کتب محمد بن الحسن عن ابی سلیمان۔ (الجواہر المضیہ، ص ۷۹)

یعنی (امام) حافظ فقیہ احمد بن محمد بن عیسی ابو العباس نے بطریق ابو سلیمان (جوزجانی) (امام) محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی تمام کتابیں روایت کی ہیں۔ ابو العباس احمد بن محمد بن عیسی کو خطیب نے ثقہ حجت کہا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صدوق (سچا) کہا ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

(الجواہر المضیہ، ص ۷۹)

اور ابوسلیمان (جوزجانی) بھی صدوق ہے۔ زئی وہابی اپنے اسی رسالہ میں جوزجانی کو صدوق مان چکا ہے۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۶ پر آپ کو خطیب نے کان فقیھا بصیراً بالرای اور صدوق (سچا) کہا ہے۔

علامہ ابن ندیم نے الفہرست میں ابوعبداللہ محمد بن سماعۃ التمیمی کے ترجمہ میں فرمایا۔ یہ فقیہ تھا اور کئی کتب کا مصنف ہے اس کا ۲۳۳ھ میں وصال ہوا۔ آخر میں فرماتے ہیں۔

وقد روی کتب محمد بن الحسن عنه۔ (الفہرست ابن ندیم، ص ۳۴۷)

اور محمد بن سماعۃ نے محمد بن حسن سے ان کی کتابیں روایت کی ہیں۔ ابن ندیم متوفی ہیں۔ ۳۸۰ھ میں اور محمد بن سماعۃ متوفی ہیں۔ ۲۳۳ھ میں تو اس حساب سے ابن ندیم کی ولادت جو ہے وہ تین سو کے قریب، معلوم ہوتی ہے یعنی ابن

ندیم جو ہیں وہ محمد بن سماعۃ کے زمانہ کے بہت قریب کے آدمی ہیں اور وہ پورے جزم کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ محمد بن سماعۃ نے محمد بن حسن کی تمام کتابیں ان سے روایت کی ہیں۔

پھر علامہ ابن ندیم الفہرست میں ابو سلیمان الجوزجانی کا ترجمہ کرتے ہوئے ان کو متقی دیندار فقیہ، محدث قرار دیتے ہیں اور ان کو امام محمد بن حسن کا شاگرد بھی شمار کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں۔

وانما روی کتب محمد بن الحسن۔ (الفہرست ابن ندیم، ص ۳۴۸)

کہ ابو سلیمان جوزجانی نے امام محمد بن حسن کی تمام کتابیں روایت کی ہیں۔ اور ابو سلیمان جوزجانی کو خطیب نے صدوق (سچا) کہا ہے جیسا کہ پہلے حوالہ گزر چکا ہے یعنی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی کتابوں کا روایت کرنے والا کوئی ایک شخص نہیں بلکہ آپ کے بہت سے شاگردوں نے آپ سے آپ کی تمام کتب روایت کی ہیں۔

علامہ محدث مؤرخ فقیہ قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی الصیمری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۳۶ھ

فرماتے ہیں۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، ومعلی بن منصور الرازی رویا عنہما الکتب والامالی۔ (ابوحنیفہ واصحابہ، ص ۱۵۴)

یعنی ابو سلیمان جوزجانی اور معلی بن منصور دونوں نے امام محمد بن حسن شیبانی اور امام قاضی ابو یوسف سے ان کی تمام کتابیں اور امالی روایت کی ہیں۔

پھر علامہ محدث صیمری رحمۃ اللہ علیہ، ابو عبد اللہ محمد بن سماعۃ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وھو من الحفاظ الثقات کتب النوادر عن ابی یوسف وعن محمد جمیعا

وروی الکتب والامالی۔ (ابوحنیفہ واصحابہ، ص ۱۵۴)

(یعنی) محمد بن سماعہ ثقہ حفاظ میں سے ہے اور اس نے (امام) ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نوادر لکھی ہے اور (امام) محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی تمام کتابیں لکھی ہیں اور روایت کی ہیں۔

وہابی علماء سے ثبوت پیش کیے جاتے ہیں:

غیر مقلدین کا علامہ محقق العصر ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنی کتاب توضیح الکلام میں کئی مقامات پر موطا امام محمد اور کتاب الآثار امام محمد کے حوالے دیئے ہیں مثلاً توضیح الکلام کے ص ۸۷۶ پر موطا امام محمد کا حوالہ پیش کیا ہے اور پھر توضیح الکلام کے ص ۹۴۸ پر ایک حدیث کے مرفوع اور مرسل ہونے کے اختلاف پر موطا امام محمد سے حدیث کو مرسل بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ حدیث موطا امام محمد میں مرسل ہے۔ توضیح الکلام کے ص ۹۹۷ پر پھر موطا امام محمد کی روایت بیان کی۔

طائفہ وہابیہ کا ایک اور محدث موطا کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

طائفہ وہابیہ کا محدث حافظ محمد صاحب گوندلوی اپنی کتاب خیر الکلام کے ص ۳۴۸ پر لکھتا ہے کہ ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے موطا امام کا حوالہ دیتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی ایک سند موطا امام محمد میں ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ روایت کیسی ہے۔ احقر کا مقصد تو یہ ہے کہ موطا امام محمد کی کتاب ہے جس کو زئی وہابی کے اکابر بھی مان چکے ہیں۔ طائفہ وہابیہ کا محدث کس جزم کے ساتھ کہتا ہے کہ اس کی ایک سند موطا امام محمد میں ہے۔ عبارت بالکل واضح ہے کہ طائفہ وہابیہ کا یہ محدث موطا کو آپ کی روایت سے آپ کی کتاب مانتا ہے۔

طائفہ وہابیہ کا یہی محدث پھر خیر الکلام کے ص ۳۵۳ پر موطا امام محمد کا

حوالہ پیش کرتا ہے اور حدیث کو مرسل ثابت کرتا ہے۔

وہابیہ غیر مقلدین کا ایک اور علامہ عبد المجید سوہدروی بھی موطا کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

غیر مقلدین کا یہ علامہ بھی اپنی کتاب سیرت الائمہ کے ص ۱۰۵ پر امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

کہ آپ تصنیف و تالیف کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ حدیث و فقہ میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں موطا محمد، کتاب الآثار اور جامع صغیر کو شہرہ عام حاصل ہے۔ (سیرت الائمہ، ص ۱۰۵)

پھر ص ۱۰۴ پر بھی کہا ہے کہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میرے استاد محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تعلیم و تحصیل میں بے حد محنت کی اور وہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی موطا پر عبور کامل رکھتے ہیں۔

خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں تین سال سے زائد عرصہ تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں رہا۔ سات سو سے اوپر احادیث کی ان سے سماعت کی اور اپنے درس میں عموماً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی سے احادیث روایت کیں آپ نے موطا امام مالک کو نئے رنگ میں مرتب کیا اور جابجا حواشی سے اس کو مزین فرمایا۔ (سیرت الائمہ از عبد المجید سوہدروی وہابی غیر مقلد، ص ۱۰۴)

طائفہ وہابیہ کا ایک اور محدث صادق سیالکوٹی بھی موطا امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

طائفہ وہابیہ کے ایک اور محدث علامہ محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب صلوٰۃ

الرسول میں لکھتا ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو احناف کے مسلمہ امام ہیں۔ سارا ذخیرہ حنفی مذہب کا ان ہی کی محنت شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے۔ آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب موطا امام محمد میں رفع الیدین کی صحیح حدیث لائے بلفظہٖ۔

(صلوٰۃ الرسول، ص ۲۴۲، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور)

طائفہ وہابیہ کے اس محدث نے بھی بالجزم، موطا کو امام محمد کی مشہور کتاب مانا ہے۔

وہابیہ کا ایک اور محدث موطا کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے

نواب صدیق حسن بھوبھالی:

نواب صدیق حسن بھوبھالی نے اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں موطا کے متعدد نسخہ جات کے حوالے دیتے ہوئے موطا امام محمد کا بھی ذکر کیا ہے۔

(اتحاف النبلاء، ص ۱۶۷)

طائفہ وہابیہ کا یہی محدث نواب صدیق حسن صاحب اتحاف النبلاء کے ص ۳۴۹ پر یوں رقمطراز ہے کہ محمد در حدیث شاگرد امام مالک است و صاحب موطاست (امام) محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور صاحب موطا ہیں۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ خود وہابی علماء بھی موطا امام محمد کو امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مانتے ہیں۔ اور ان کو اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے بلکہ اپنی کتابوں میں موطا کے حوالے دیتے ہیں۔

احقر کے خیال میں سب سے پہلے جس نے اس بات کا انکار کیا ہے موطا امام محمد اور کتاب الآثار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب نہیں ہیں وہ وہابی زئی ہے تو مولود محققین کا یہی حال ہوتا ہے۔

اب کچھ کتاب الآثار کے بارے میں:

جس طرح امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام الائمہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا روایت کیا ہے اسی طرح آپ نے سرتاج محدثین سید الفقہاء والمحدثین حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب الآثار کو روایت فرمایا ہے اور محققین نے اسے تسلیم کیا ہے، گذشتہ اوراق میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سب کتابوں کی روایت پر مدلل گفتگو ہو چکی ہے لیکن یہاں پر کتاب الآثار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تعجیل المنفعت میں فرماتے ہیں۔

والموجود من حدیث ابی حنیفة مفرداً انما هو کتاب الآثار التی رواها محمد بن الحسن عنه۔ (تعجیل المنفعت، ص ۱۹)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ کی جو کتاب موجود ہے وہ ایک ہی ہے اور وہ کتاب الآثار ہے جس کو (امام) محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری گواہی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار کے روات پر ایک کتاب

لکھی ہے جس کا نام ہے۔ الایثار بمعرفة رواة الآثار اس کے ابتدائیہ میں ابن حجر فرماتے ہیں۔

فان بعض الاخوان التمس منی الکلام علی رواة کتاب الآثار للامام ابی عبدالله محمد بن الحسن الشیبانی التی رواها عن الامام ابی حنیفة فاجبته الی ذلك مسارعاً۔

(الایثار بمعرفة رواة الآثار ملحق مع کتاب الآثار، ص ۳۸۴)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے بعض بھائیوں نے گزارش کی کہ میں کتاب الآثار کے رواۃ پر گفتگو کروں جو امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب ہے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ آپ کتاب الآثار کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مانتے ہیں اس حیثیت سے کہ آپ نے اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر تو زئی وہابی کا بھی گزارا نہیں ہے، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، لسان المیزان، فتح الباری، تلخیص الحبیر کے حوالہ جات تو آپ خود بھی بہت پیش کرتے ہیں تو پھر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا انکار کیوں کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی ہے کہ کتاب الآثار امام ابوحنیفہ کی کتاب ہے اور اس کو محمد بن حسن شیبانی نے روایت کیا ہے۔

علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون میں فرماتے ہیں:

حاجی خلیفہ المعروف کاتب چلپی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کتاب الآثار للامام محمد بن الحسن وهو مختصر علی ترتیب

الفقہ ذکر فی ماروی عن ابی حنیفة من الآثار وعلیه شرح للحافظ الطحاوی الحنفی ○ (کشف الظنون، ص ۱۳۸۴)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب الآثار امام محمد بن حسن کی کتاب ہے اور وہ مختصر ہے ترتیب فقہ پر ہے (امام محمد بن حسن) نے اس میں (امام) ابو حنیفہ سے روایت کی ہے اور حافظ طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔

طائفہ وہابیہ کا محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری بھی کتاب الآثار کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

الفصل الرابع والعشرون فی ذکر کتب الحدیث التی صنفها الائمة الحنفیة وذکر تراجمهم وهی قلیلة○

فمنها کتاب الآثار للامام محمد بن الحسن وهو مختصر علی ترتیب الفقه ذکر فیه ماروی فیه عن ابی حنیفة من الآثار وعلیه شرح للحافظ الطحاوی الحنفی○

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص ۲۱۱، مطبوعہ بیروت لبنان)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوبیسویں فصل ان حدیث کی کتابوں کے متعلق ہے جن کو ائمہ حنفیہ نے تصنیف کیا ہے اور ان کے تراجم میں اور وہ قلیل ہیں۔ ان میں سے ایک تصنیف۔ کتاب الآثار ہے امام محمد بن حسن کی مختصر ہے۔ ترتیب فقہ پر ہے اس میں وہ کچھ ذکر کیا ہے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے اور اس پر حافظ طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شرح بھی لکھی ہے۔

مذکورہ عبارت میں یہ بات کتنی واضح ہے کہ طائفہ وہابیہ کا یہ محدث

مبارکپوری صاحب کتاب الآثار کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مانتا ہے اور اس پر امام الحدیث ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن کیا کریں نومولود محققین کی تحقیق ایسے ہی گل کھلاتی ہے جیسے زبیر علی زئی وہابی نے کیا ہے۔

طائفہ وہابیہ کے ایک اور محدث علامہ عبدالمجید سوہدروی بھی کتاب الآثار کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

طائفہ وہابیہ کا یہ علامہ اپنی کتاب سیرت الائمہ میں لکھتا ہے کہ آپ (یعنی محمد بن حسن شیبانی) تصنیف و تالیف کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں، حدیث و فقہ میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں موطا محمد، کتاب الآثار اور جامع صغیر کو شہرہ عام حاصل ہے۔

(سیرت الائمہ، ص ۱۰۵)

طائفہ وہابیہ کا ایک اور محدث نواب صدیق حسن بھوپالی بھی کتاب الآثار کو امام محمد کی کتاب مانتا ہے:

نواب صاحب اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں مسند ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مسند ابی حنیفہ کا بارھواں نسخہ امام محمد کا ہے جو انہوں نے معظم تابعین سے روایت کیا ہے اور اس کا نام (کتاب) الآثار ہے۔

(اتحاف النبلاء، ص ۱۴۳)

آخر میں امام محدث فقیہ اصولی شیخ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

شیخ الحنفیہ امام محدث فقیہ مؤرخ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی

کتاب تاج التراجم میں فرماتے ہیں۔

ومن کتب محمد رحمه الله الاصل املاء ه علی اصحابه رواه عنه الجوزجانی وغیره والجامع لکبیر، والجامع الصغیر، والسیر الکبیر والسیر الصغیر والآثار والموطا.............. (تاج التراجم، ص۵۴)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابیں اپنے شاگردوں کو املا کروا دی ہیں اور الجوز جانی اور اس کے غیر نے بھی امام محمد سے ان کتابوں کو روایت کیا ہے اور وہ جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، سیر صغیر، کتاب الآ ثار اور موطا ہیں پھر آگے کچھ اور بھی ذکر کی ہیں۔

عبارت اپنے مدلول میں واضح ہے کہ شیخ محدث قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الآ ثار کو امام ربانی سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مانتے ہیں۔

شیخ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے محدث مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

ولم یخلف بعده مثله وله مؤلفات ○

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص۲۹۳، مطبوعہ بیروت لبنان)

کہ شیخ قاسم بن قطلو بغا نے اپنے بعد اپنی مثل نہیں چھوڑا اور ان کی (بہت) سی کتابیں ہیں۔ پھر مبارکپوری صاحب تقریباً چار صفحات پر مشتمل ان کی کتابوں کے نام گنتے ہیں۔

نتیجۃ التحقیق:

(۱) اس مکمل رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو جرح

کی گئی تھی اس کے مکمل مدلل مفصل جوابات دے کر واضح کیا گیا ہے کہ آپ پر وہ جرح حقیقت کے خلاف اور غلط ہے۔

(۲) آپ امت مسلمہ کے ان ائمہ کرام میں شامل ہیں جن کی جلالتِ شان مسلم ہے۔

(۳) کئی ائمہ کرام سے آپ کا ثقہ، صدوق، صحیح الحدیث، حسن الحدیث ہونا مدلل بیان کیا گیا ہے۔

(۴) زئی وہابی نے جو آپ کی شہرہ آفاق کتابوں کا (موطا امام محمد، کتاب الآ ثار کا) انکار کیا ہے۔ الحمد للہ زئی کی تردید میں اور ان مذکورہ کتب کا امام محمد کی کتب ہونے میں ناقابل تردید حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں۔

آخر میں اس احقر العباد کی اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ اس رسالہ کو خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور میرے مسلمان بھائیوں کے لئے اس کو نافع، مفید بنائے۔ میرے لئے میرے اساتذہ مشائخ اور میرے والدین کے لئے اس کو مغفرت اور درجاتِ بلندی کا باعث بنائے آمین بجاہ النبی الامین الکریم الروف الرحیم۔

آخر میں یہ احقر العباد اپنے ان معزز مکرم دوستوں بھائیوں کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جن دو دوستوں نے مجھے کافی کتب مہیا کی ہیں۔

محقق العصر مناظرِ اسلام قاطع نجدیت علامہ پروفیسر محمد انوار حنفی صاحب زید مجدہٗ الکریم اور فاضل جلیل عالم نبیل محافظ مسلک اہل سنت عاشق رسول حضرت علامہ مولانا محمد عبدالرحمٰن قادری صاحب آف اوکاڑہ خطیب امیر کالونی، ہیں۔

جنہوں نے میری مطلوبہ تمام کتب مہیا کی ہیں اور یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے

ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان معزز علماء کرام کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر اہل سنت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

تمت بالخیر

بروز جمعرات بوقت دن پونے گیارہ بجے

خاکپائے مرشد احقر العباد

غلام مصطفےٰ نوری قادری

مورخہ ۲۰۰۸-۰۲-۰۷

نوٹ:

اس کے بعد انشاء اللہ بہت جلد درج ذیل رسالہ جات آ رہے ہیں۔

(۱) دفع التعصب عن الامام ابی یوسف

(۲) رسالہ المبین الظفر فی توثیق امام زفر رحمۃ اللہ علیہ
یعنی امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق میں روشن کامیابی

(۳) اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ہی امام حسن بن زیاد کی تعدیل پر رسالہ ہوگا۔
اقوال الاخیار فی ثناء امام حسن بن زیاد
یعنی امام حسن بن زیاد کی تعریف میں نیکوں کے اقوال

جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

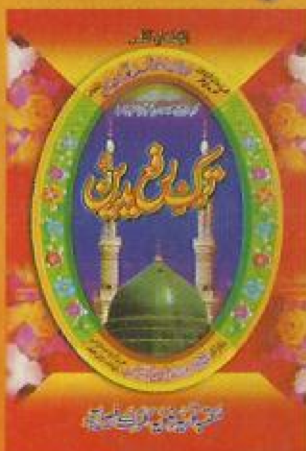
میزان الاعتدال
کتاب الثقات لابن حبان
تدریب الراوی
الکامل فی الضعفآ لابن عدی
ابکار المنن
تقریب التہذیب
کتاب الضعفآء والمتروکین
شرح مقدمہ ابن صلاح
لسان المیزان
مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی
النساب سمعانی
الجواہر المضیہ
التاج المکلل
تحفۃ الاحوذی
تاریخ بغداد
تاریخ ابن معین
الرفع والتکمیل
فقہ اکبر
تاریخ اہل حدیث
الایثار بمعرفۃ رواۃ کتاب الآثار
ابو حنیفہ واصحابہ للصمیری
جامع بیان العلم
الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
سنن دار قطنی
شرح مختصر الروضہ
تاریخ ابن عساکر
کتاب الضعفآء کبیر
اتحاف النبلاء
عون المعبود شرح ابو داؤد
ذیل طبقات الحفاظ
مسند الشافعی
مستدرک حاکم
تلخیص المستدرک
الجواہر المضیہ
شعب الایمان
حلیۃ الاولیاء
الانتقاء لابن عبدالبر
تاریخ ابن عساکر

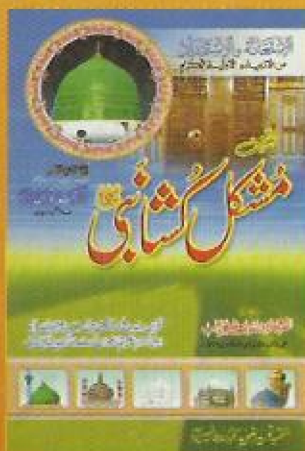
تہذیب التہذیب
عرف الجادی
نزل الابرار
فتح المغیث
تہذیب الکمال
نور العینین
تعجیل المنفعت
تاج التراجم
کشف الظنون
توضیح الکلام
سیرت الائمہ
المدخل فی اصول الحدیث للحاکم
الباعث الحثیث لابن کثیر
نصب الرایہ
سیر اعلام النبلاء
طبرانی کبیر
الآحاد والمثانی
مجمع الزوائد
التمہید لابن عبدالبر
الفہرست ابن ندیم
خیر الکلام
صلوۃ الرسول

حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ نوری صاحب

خطیب و مہتمم جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون غلہ منڈی ساہیوال

کی دیگر کتب



















مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

گلبرگ اے فیصل آباد فون: 041-2626046